سُرمۂ مُفتِ نظر

غنی غیورؔ

قاسمی کتب خانه، تالاب کٹھیکاں،جموں

غنی غیور

N

by

Ghani Ghayoor (Abdul Ghani Jagil)

Year of Edition : 1 August 2023

ISBN :

Price :

نام کتاب : سُرمۂ مُفتِ نظر

مؤلف : غنی غیور (عبدالغنی جاگل)

سن اشاعت : ۲۰۲۳ء

تعداد : 300

قیمت :

کمپوزنگ : فوزیہ کمپیوٹر سنٹر جموں

سرورق : مسعود عالم

زیرِ اہتمام :

پتہ

Top Hill, Near Green Valley Colony
Upper Jallalabad Sunjwan, Jammu
Pin Code 181152
Mobile No. +91-9419791802 | 7889837758

فہرست سرمۂ مفتِ نظر

● حکیم انوری، ابولفاخر رازی، شیخ اوحدی/ ۱۵● امیدی رازی، ابدال صفاہانی، قاضی ابوالبرکت سمرقندی/ ۱۶ ●انور بخاری، اہلی خراسانی ۱۷ ●اہلی شیرازی/ ۱۸ ● آہی / ۲۰ ● آہی مشہدی، میر ابوالحسن فریانی / ۲۱ ● شیخ ابولقاسم، احمد دیلمی، میر احسنی یمنی احولی/ ۲۲ ● خواجہ آصفی، طالب آملی/ ۲۳اختری یزدی/ ۲۴ ●شاہ اسمعیل صفوی، میر باقر اشراق، اقدسی/ ۲۶ ● نجم الدین انیس شاملو، میر نظام، خواجہ افضل پیکر/ ۲۷ ●الٰہی شیخ الزّمان، ادمائی صفاہانی، آفت منشی/ ۲۷ ●امیر بیگ، مرزا بیگ قرائی، مرزا مخدوم اشرف، میر آشوب/ ۲۸ ●افضل سرخسی، مرزا جلال اسیر/ ۲۹ ● اوجی نظری، مرزا ابولحسن شیرازی ۳۰●مرزا محمد اکبر قزوینی، مرزا ابراہیم ادھم، ظفر خان احسن ۳۱ ●عنایت خان آشنا، مرزا اسیر مازنی، شفیائی اثر، مرزا عبداللہ الفت ۳۲ ● محمد سعید اشرف، قزلباش خان امید/ ۳۳ ● شاہ فقیر اللہ آفریں، شیخ آذری/ ۳۴ ●ابوالفرج رونی، مقیمائی دہقان، اختری، محمد امین خان میر جملہ/ ۳۵●خواجہ شہاب الدین عبداللہ بیانی، پیر دہقانی، بدیعی ثمرقندی/ ۳۶ ● میر عقیل بزمی، عبدالسلام بیانی، عبدالباقی برتری / ۳۷ ● میر برہان ابرقوئی نصر آبادی، ملا باقر خوردہ فروش کاشانی / ۳۸ ● محمد باقر ہروی، حاتم کاشی، حُزنی اصفہانی / ۴۰ ●مرزا احسن دستور صفاہانی، حسن بیگ مقیمی، مرزا جامی، ۴۱ ● حضوری قمی، حقیری تبریزی، خیالی گیلانی / ۴۲● حسن خان شاملو/ ۴۳ مریضی ساوَجی، حکیم بیگ حاکم، حضوری، خواجہ حسین ہروی/ ۴۴●شیخ علی

حزین، حکیم حاقان/ ۴۵ ● امیر خسرو/ ۴۶ ● مجلسی/ ۴۷ ● ملا فزونی، خصالی کاشی، میر حیدر خصالی/ ۴۸ ● خواری تبریزی، مرزا خصمی، مرزا خلقی، سید حسین خالص ۴۹ ● خالص، دقیقی، خیالی، رکن الدین دعوٰی/ ۵۰ ● مرزا رضی دانش/ ۵۱ ● ملا درکی قمی، میر حیدر معمائی/ ۵۳ ● عبدالرحیم خان خاناں، اعظم خان، محسن بیگ رشکی/ ۵۴ ● رشکی کاشی، روشنی ہمدانی / ۵۵ ● رستم علی خراسانی، مرزا محمد رفیع میر مرتضیٰ رضی/ ۵۶ ● میر محمد رضا، رضائی کاشی، قاضی رضی الدین اصفہانی / ۵۷ ● طان علی بیگ راہی، محمد رضا کشمیری، مرزا احسن بیگ رفیع/ ۵۸ ● فصاحت خان رازی، رضی گیلانی، میرزا محمد جعفر راہب/ ۵۹ ● رضائی جرباد فانی، کلن حسین راغب، محمد امین ذوقی اردستانی / ۶۰ حافظ شیرازی/ ۶۱ ● ملا حیدر ذہبی، زکی ہمدانی / ۶۲ ● زلالی اور گنجی، زینتی استرآبادی، زین خان کوکلتاش/ ۶۳ ● زمانی یزدی، شیخ سعدی/ ۶۴ ● سعد کمال شیرازی سلمان ساوَجی/ ۶۶ سروری، میر یادگاری سیفی/ ۶۸ نظام الدین سہیلی، ملا سحابی استرآبادی، رشکی/ ۶۹ ● خواجہ سلطان محمد قمی، کاشی/ ۷۰ ● فریدون سابق، سایر مشہدی، محمد قلی سلیم/ ۷۱ سالک قزوینی، محمد افضل سرخوش / ۷۲ ● میر جلال الدین سیادت/ ۷۳ ● زاہد علی خان، محمد اشرف قزوینی/ ۷۴ ● شریفی تبریزی، ملا شمسی، شہیدی قمی/ ۷۵ ● شاپور طہرانی / ۷۶ ● شجاع کاشی/ ۷۷ ● شعوری، میرزا شریف طہرانی، شریف خان رازی ۷۸ ● ملا شرقی قزوینی، حکیم شرف الدین شفائی/ ۷۹ ● شکیبی صفاہانی، شوقی، مُلّا شیدا ۸۲ ● شیخ شاہ نظیر، ملا شعیب خوانساری، حکیم حسین شہرت، شوکت بخاری ۸۳ ● شا کرائی ظہوری، میر کاظم شرر، میر سعد محمد شُعلہ، شکونی / ۸۴ ● میر صبری صفاہانی، صفری ساوَجی/ ۸۵ ● صلحی ماژندرانی، حاجی محمد صادق/ ۸۶ ● محمد صادق، میرزا محمد علی صائب تبریزی/ ۸۹ ● میر صیدی ۹۰ ● ملا صہبائی ۹۲ ● ملا محمد صوفی، صبوری تبریزی، ضمیری ہمدانی ۹۳ ● ضیا الدین صابری ۹۳ ● ضیاء الدین صابری / ۹۴ ● آقا طاہر، طالب آملی/ ۹۵ ● طوقی تبریزی / ۹۷ ● میر فائض گیلانی، طاہر عطا،

ظہوری نورالدین/ ۹۸● عبدالوہاب عتابی، میر عبائی/ ۹۹ ● زین الدین عرفی ۱۰۰
● علاجی صفاہانی، ملاعلی ،نعمت خان علی ۱۰۴● عالی داراب جُزوی/ ۱۰۵ ● ناصر علی
سرہندی ،علی عظیم ۱۰۶ ● میر عبدالحسین، غزالی مشہدی / ۱۰۷ ● غضنفری، غیرتی
شیرازی/ ۱۰۸● غیاثائی حلوائی، سرخوش، غنی کشمیری/ ۱۰۹ ● محمداکرم غنیمت کنجاہی/ ۱۱۰
● اسمعیل غافل، فرخی ،فغانی شیرازی/ ۱۱۱ ● فارغی تبریزی، فصیحی ہروی ۱۱۲ ● حکیم
فغفوری، شیخ ابوالفیض فیضی ۱۱۴● ابو بیگ فرقی انجدانی، میرزا معز فطرت، ۱۱۵ ● مرزا
نوری، مقیمائی خوجی ۱۱۶● آقا زماں زرکش فریبی، آقا ابراہیم فیضان، قاسم خان/ ۱۱۷
● نورالدین محمد قیراری، قاسم بیگ قمی ، جان محمد قدسی ،محمد قاسم دیوانہ ۱۱۸● قبولی یزدی،
مشتاق راہی قُدرت، کمال اسمعیل ۱۱۹ ● ابوطالب کلیم ۱۲۰ ● محمد کاظم قمی، حسن بیگ
کرامی کاکائی قزوینی/ ۱۲۱● شیخ سعداللہ گلشن، مسعود قمی، میرزا قُلی میلی/ ۱۲۲ ● محتشم
کاشی/ ۱۲۳ ● محمد حسین محزوں ، میر محمد ممنون، حافظ محمد سعید/ ملا مرشدی ہروی، حکیم رکن
الدین مسیح/ ۱۲۵ ● مشفقی بخاری، مرزا قمی شرقی/ ۱۲۵ ● مشفقی بخاری، مرزا قمی
شرقی/ ۱۲۶● میر مومن/ ۱۲۸● زمامائی مشہودی، ملک قمی/ ۱۲۹ ● مفرد ہمدانی، آقا
ملک معروف/ ۱۳۱ ● مجدائی منصف/ ۱۳۲ ● مشہدی قمی منعم حکاک مخلص کاشی
/ ۱۳۳● میرک معنیٰ، محمد مقیم ظہیرائی/ ۱۳۴● محمد رضا مشتاقی، مبارک اللہ مدہوش، حکیم
مرزا محمد، آنند رام مخلص ۱۳۵● مرزا مظہر جان جاناں/ ۱۳۶● حضرت نظام الدین اولیا
نرگسی/ ۱۳۸● بابا نصیر گیلانی، نسبتی مشہدی/ ۱۳۹● لطفی نیشا پوری نظیری نیشاپوری ۱۴۰
● مرزا احسن بیگ واہب ۱۴۲● قاضی نور، ناظم ہروی، مرزا عزت ناصح/ ۱۴۳● نسبتی
تھانیسری، ۱۴۴ ● امیر نصیبی نور بخشی، نویدی ۱۴۵● میر معصوم خان نامی، میر نجاب، محمد
میرک نظمی/ ۱۴۶● نوعی جنونی، پنجۂ نہانی، نیکی صفاہانی، مرزا نوراللہ/ ۱۴۷ ● ناظم ہروی
، نادم لاہیجی، وقفی مشہدی، میر الہی قمی ۱۴۸ ● کمال الدین وحشی ۱۵۰ ● وحشی

خوشحالی/ ۱۵۱ •وصفی، وقوعی تبریزی، مرزا ولی دشت بیاض/ ۱۵۲•ملا واقف خلخال /۱۵۶ • میر محمد طاہر وحید قزوینی/ ۱۵۷ •نظیری مشہدی، شیخ علی نقی کمرہی، ۱۵۹ •نورائی نجیب/ ۱۶۰ • محمد طاہر نقاش، نازکی، قاضی نور اصفہانی، مرزا حسن واہب ۱۶۱ •مرزا محمد رفیع واعظ/ ۱۶۲ • محمد امین بیگ واصل، نجف بیگ والی بختیاری ،علی قلی خاں/ ۱۶۳•ملا ہراتی، ہلالی/ ۱۶۴•امیر ہمایوں/ ۱۶۵•ہلاکی ہمدانی، ہوشی شیرازی، قاضی یحیٰ/ ۱۶۶ •یاری شیرازی، حاجی اسمٰعیل یحیٰ، میر یحییٰ کاشی / ۱۶۷ • محمد یوسف، محمد اشرف یکتا ۱۶۸۔

مقدمہ

میرز مظہر اقلیم سخن کے درخشندہ ستارے ہیں ۔ یہ فیض انہیں براہ راست ملا ہے ۔شاعری میں وہ کسی کے شاگرد نہیں تھے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خریطۂ جواہر میرزا مظہر کی سخن فہمی کا بین ثبوت ہے ۔مزید کئی سوسالوں سے دبستان دہلی کی شعرا کے لئے خریطۂ جواہر معیار سخن ٹھہری رہی ہے ۔کئی سو سال بعد بھی یہ انتخاب زندہ و بامعنی ہے ۔بلکہ سخن شناسان و نکتہ سنجان ادب کے لئے روشنی کا مینار ہے ۔غالب جیسے نابغہ کے اشعار میں غالباً خریطۂ جواہر کے بہت سے اشعار کا چربہ و رنگ موجود ہے ۔

آن خود فروش آینہ تا دید محو شد
کز بہرِ عرضِ جنس دکانی بہم رسید

میرزا مظہر

غالب نے مصرع اول سے استفادہ کیا ہے ۔

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا
دین ما دیدن و ہیہات کہ دیدن مشکل
نہ رسیدن بہ بتان کفر و رسیدن مشکل

مرزا مظہر

یہی وہ مزاج غزل تھا جو غالب نے پسند کیا بہادر شاہ ظفر کا شعر

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

مظہر جان جاناں نے نہ صرف فارسی ادب کی خدمت کی بلکہ خریطۂ جواہر کے ذریعہ اردو غزل کا معیار بھی قایم کیا۔

میرزا مظہر کے اردو کلام کا نمونہ:

جو تو نے کی سو دشمن بھی نہیں دشمن سے کرتا ہے
غلط تھا جانتے تھے تجھ کو جو ہم مہرباں اپنا

گرچہ الطاف کے قابل یہ دلِ زار نہ تھا
اس قدر جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو
یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے

مرزا مظہر کی وسیع المشربی انہی کے ایک شعر سے ملاحظہ کریں:

اربابِ وفا دوست ز دشمن نشناسند
بر روی بد و نیک درِ آینہ باز است

میرزا مظہر

کسی ناشناس اردو شاعر نے اسی شعر سے خیال اخذ کیا ہے بقول شاعر

اپنا ہی عکس پیشِ نظر دیکھتے رہے
آئینہ رو برو تھا جدھر دیکھتے رہے

بنا کردند خوش رسمی بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاکباز
میرزا مظہر

دوسرے مصرع سے متاثر ہو کر غالب نے کہا

یہ لاشِ بے کفن اسدؔ خستہ جاں کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا
غالب

کثرتِ این نقشہا عرضِ تجلّی ہای اوست
در دو عالم غیرِ یک نقّاش کس موجود نیست
مرزا مظہر

نگیرد باطن اہلِ صفا زنگ از نظر بازی
تصرّف نیست ہر گز در دلِ آئینہ صورت را

جس طرح آئینہ میں صورت گری سے کوئی اثر نہیں پڑتا اسی طرح اہل باطن کے دل پر نظر بازی کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

پشت پای برحنا زد و سرمہ را در خاک ریخت
از پیِ آزارِ من ناحق در آزارِ خود است

مہندی کو کچل ڈالا اور سرمہ کو خاک میں گرا دیا میرے آزار کے لئے ناحق خود کو آزار میں مبتلا کیا ہے۔

چشم ہرگاہ کہ بر روی تو وا می گردد
دستِ فریادِ مرا دست دعا می گردد

جب تیرا چہرہ سامنے ہوتا ہے تو دست فریاد دستِ دعا ہو جاتا ہے یعنی تیرے ظلم و ستم بھلا کر تیرے لئے دعا کرتا ہوں۔

بایں ضعف از اشارتہای ابروی تو در شورم
کہ تا سازندہ را ناخن بجند تا دمی نالد

ضعف کے باعث تیرا اشارہ ہی دل میں شورش بپا کر دیتا ہے میری مثال ایسی ہے جس طرح سازنواز کے ناخن کی ذراسی چھیڑ سے ستار کا تار بجنے لگتا ہے۔

برنگِ غنچہ گر اندک نسیمی باز می گردد
اگر حرفی بپرسد باز دل دفتر برون آید

میرا حال غنچے کے جیسا ہے جو نسیم کے لمس سے کھل اٹھتا ہے اگر محبوب مجھ کو حال پوچھتا ہے تو دل پورا دفتر کھول دیتا ہے۔

جُز تو در دیدۂ من کس نگذارد قدمی
شہرہ داردکہ درین خانہ پری می باشد

تیرے علاوہ میرے خانۂ چشم میں کوئی قدم نہیں رکھتا کہ مشہور ہے اس گھر میں آسیب رہتا ہے۔

سوزِ دل از ہر بن مویم نمایاں کردہ اند
این جفا جویان مرا سروِ چراغاں کردہ اند

جفا کیش معشوقوں نے میرے ہر بن و مو میں ایسا سوز پیدا کیا ہے کہ کہ اس کی روشنی نے مجھے سرو چراغاں christmas tree بنا دیا ہے۔ یعنی شجرِ عید میلاد۔

وسعتِ مشرب چہ دنیائے فراخ بودہ است
چون فلک در گردشِ ساغر جہانی یافتم

وسعتِ مشرب ایک وسیع دنیا ہے فلک کی طرح ایک ساغر کی گردش سے دنیا دیکھ لیتا ہو۔ساغر سے مراد پیالہ اور آفتاب ہے۔

جان دادہ اند بسکہ غریبان درین دیار
یک سنگِ راہ نیست کہ لوح مزار نیست

دیارمحبت میں لوگوں بے اتنی جانیں دی ہیں کہ اس راہ کا ہر پتھر لوح مزار بن گیا ہے

حیف دردی کہ بخود ننگِ مداوا برداشت
بہر جانی نتوان نازِ مسیحا برداشت

اس ایک جان کے لئے مسیحا کا ناز نہ اٹھانا چاہئے وہ درد قابل افسوس جو اپنے لئے علاج کا ننگ برداشت کرے۔

حرفی نہ گفت نامہ برم از زبانِ یار
شرمت نیامد از دلِ امید وارِمن

نامہ برشرم نہیں آئی کہ میرا دل رکھنے کے لئے محبوب سے منسوب کرکے اپنی طرف ہی سے کچھ کہہ دیتا۔

کجا صفہای مژگان را درونِ دیدہ جا باشد
تہی از بوریا ہم خانۂ اہل صفا باشد

مژگانوں کی صفوں کو آنکھ کے اندرجگہ نہیں مل سکتی اہل صفا کا گھر بوریے سے خالی ہوتا ہے۔

یاد آن ذوق کہ مظہربدم تیغ کشی
سینہ می سودی و تسکین جگر می کردی

وہ ذوق کے دن بھی کیادن تھے جب مظہرمحبوب کی تیغ سے (شہادت کے شوق

میں)اپنا سینہ رگڑ تا تھا۔

خریطۂ جواہر میرزا مظہر کا مشہور فارسی شعرا کا انتخابِ کلام ہے۔ک جیسا کہ پہلے بھی کہا جاچکا ہے دلی کی شعرا پر فارسی شاعری کے اثرات سب سے ذیادہ پڑے۔میر و غالب کے دواوین میں متعدد اشعار میں فارسی اساتذہ کے فکروفن کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔دلی میں اردو فارسی شاعری کی روایت پرانی ہونے کے ساتھ مضبوط و مستحکم دکھائی دیتی ہے۔

اردو کے بڑے شعرا میر تقی میر،سودا،ذوق،غالب وغیرہ کا معیار بھی فارسی شاعری کی بدولت قائم ہوا۔ہندوستان کے کئی مشاہیر صدرالدین آزردہ،فضل حق خیر آبادی،امام بخش صہبائی وغیرہ ناقدین وشعرا فارسی ادب سے وابسطہ رہے۔خریطۂ جواہر نامی یہ منتخب کلام میرزا مظہر نے میر غلام علی بلگرامی کی فرمائش پر مرتب کر کے بھیجا تھا۔یہ انتخاب پہلا اور نیا تذکرہ نہیں۔محمد افضل سرخوش نے میرزا مظہر خانخاں سے تقریباً پچاس سال پہلے معروف انتخاب ومشہور کلمات الشعرا مرتب کیا۔ممکن ہے کہ میرزا مظہر نے پرانے سبھی تزکروں سے استفادہ کیا ہو۔چونکہ میرزا بذات خود اعلی پائے کے شاعر تھے اوراعلٰے پایہ کے سخن شناس بھی تھے۔

خریطہ جواہر دیگر تذکروں کی طرح اناپ شناپ اشعار سے پاک ہے۔خریطۂ جواہر میں اس طرح میرزا نے اپنی عالی ظرفی سے کام لیتے ہوئے نہایت ہوشمندی اور سنجیدگی سے کام لیا ہے۔اشعار کا انتخاب مرتب کرتے وقت میرزا مظہر نے ذاتیات یا جانب داری کے بجائے شعری معیار کو بنیاد بنایا ہے برصغیر کے علاوہ فارس میں بھی یہ انتخاب مشہور ہے۔مشک آن است کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید۔

شاہ معین الدین ندوی کا انتخاب خریطۂ جواہر میری نظر سے گذرا ہے۔

اولیت کے اعتبار سے لائق تحسین ہے ۔لیکن اس انتخاب میں زائد از ڈیڑھ سو اشعار میں متن کی غلطیاں سرزد ہوگئیں ہیں ۔مقدمہ میں اگلے صفحات پر ان اغلاط کا تفصیلی ذکر ہوگا ۔حیرت کی بات ہے شاہ معین الدین کے انتخاب خریطۂ جواہر میں اصلی نسخۂ خریطہ جواہر کے بہت سے اچھے اشعار چھوٹ گئے ہیں ۔شاید انہوں نے یہ انتخابِ انتخاب اپنے ذوق کے مطابق کیا ہے ۔اس کے برعکس میں نے ایسے بیشمار اشعار جنہیں شاہ معین الدین نے نظرانداز کیا تھا۔زیرنظر انتخاب خِریطۂ جواہر موسوم بہ" سرمۂ مفتِ نظ" میں شامل کر دیا ہے ۔اس طرح زائد از تین سو شعرا کے کلام کا حسین مرقع کہیے یا پھر خوبصورت گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے ۔

خریطۂ جواہر کے بعض خوبصورت اشعار ملاحظہ کریں ۔جن سے میرزا مظہر کے اعلیٰ ذوق و بے پناہ شوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے :

بہ دشام دگر امیدوارم
چہ خواہی عذر دُشام گذشتہ

طالب آملی

غالب نے اس خیال کو یوں توسیع دی ہے :

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

غالب

زانگشتم نسیمِ غنچۂ فردوس می آید
نمی دانم سحر بندِ گریبان کہ وا کردم

طالب آملی

پیوند دوستیِ تو زان پارہ می کنم
تا باز دوزم و بتو نزدیک تر شوم
حافظ

سرِ دیوانگی سلامت باد
رازِ ما را چہ پردہ پوشی کرد
شیخ سعداللہ گلشن دہلوی

برادرانہ بیا قسمتی کنیم رقیب
جہان و ہر طہ درو ہست از تو یار از من
مرتضیٰ راہی

دیوانہ براہی روَد طفل براہی
یاران مگر این شہرِ شما سنگ ندارد
خالص

می باقی و مہتاب باقی ست
مارا بتو حساب باقی است
نسبتی تھانیسری

پس از عمریکہ با من گفت از راہِ وفا حرفی
چنان گشتم ز خوشحالی کہ آنرا ہم نہ فہمیدم
حاجی اسمٰعیل یحیٰ

ایک عمر کے بعد اس نے مجھ سے محبت بھرا لفظ کہا میں خوشی سے ایسا لوٹ پوٹ ہوا کہ وہ بھی بھول گیا۔

دستی که عنانِ خویش گیرد
امروز در آستین کس نیست

یمینی

وہ ہاتھ جو اپنی لگام خود پکڑے یعنی خود اپنا کفیل ہو آج کل (تساہل پسندی کے دور میں) کسی کی آستیں میں نہیں ہے۔

ز خنجرش دلِ عاشق نمی شود سیراب
چو باغِ تشنہ کہ آنرا بدست آب دہند

میر یحیٰ کاشی

محبوب کے خنجر سے عاشق کا دل سیراب ہی نہیں ہوتا جیسا کہ خشک زمین باغ پانی سے سیراب نہیں ہوتی

زخمِ دل دیدنش نہ از رحم است
جای پیکانِ خویش می بیند

میر یحیٰ کاشی

وہ میرے زخم دل کو رحم دلی سے نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو اپنے تیر کی جگہ یا گہرائی دیکھتا ہے۔ یعنی وہ زخم کی گہرائی سے اپنے تیر کی کارکردگی جانچتا ہے۔

بروزِ درد و غم دوری ز یار و آشنا بہتر
چو عضوی دردمند افتاد از اعضا جُدا بہتر

میر یحیٰ کاشی

درد وغم کے روز یار وآشنا سے دوری بہتر ہے۔جس عضو میں درد یا infection ہو اس کو دوسرے سے دور ہی رکھنا چاہئے۔

پروانہ بی ملاحظہ در عشق کار ساخت
من حرفِ ہمنشین بعَبَثِ گوش کردہ ام

محمد یوسف حرباذلی

پروانہ نے بے خطر یا بے دیکھے ہی عشق کا کام پورا کر لیا میں نے واعظ (ہمنشین) کی نصیحت کو فضول ہی سنتا رہا۔

یہی نفس مضمون اقبال نے یوں پیش کیا ہے۔

بے خطر کود پڑا نارِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

علامہ اقبال

اقبال بہ بیند کہ آن دشمن جانہا
نیکی نہ کند باکس و بدخواہ ندارد

شیخ سعدی

اس معشوق کی اقبال مندی دیکھیں کہ کسی سے اچھائی نہیں کرتا اس کے باوجود اس کا کوئی دشمن نہیں الغرض خریطہ جواہر ایسی کتاب ہے ایسے کاٹ دار اشعار سے بھری پڑی ہے۔ میں نے کوشش کی ہے اور ہر اچھا شعر مع ترجمہ زیرِنظر انتخاب ''سرمۂ مُفتِ نظر'' میں شامل کر دیا ہے۔

خریطۂ جواہر کا پہلا ترجمہ از شاہ معین الدین اور اس کے متعلق اشکال و مسائل:

مترجم و مولف نے خریطۂ جواہر از مرزا مظہر جانِ جاناں کی مشہور و معروف فارسی انتخاب کے پسندیدہ و منتخب اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔ لیکن مولف موصوف نے بہت سے اشعار نامعلوم وجہہ کی بنیاد پر نظر انداز کر دیے ہیں۔ زیرِنظر کتاب کی تالیف کے دو

بڑے اسباب میں سے پہلا سبب یہ ہے کہ زیرِنظر کتاب میں منتخب اشعار کے متون کو غور وغوض کی بعد مطابق اصل نسخہ کے درست کر کے پیش کیا ہے اور دوسرا بڑا سبب یہ ہے زیرنظر کتاب میں اصلی خریطۂ جواہر کے تمام بہترین شامل کر دیے ہیں ۔شاہ معین الدین کے ترجمہ کے مقابلہ ایک سو سے کچھ اوپر شعرا کے بہترین اشعار تحقیق کے بعد شامل کئے ہیں ۔

اگر میں کہوں کہ خریقۂ جواہر کا انتخاب قدیم فارسی اشعار کا زبردست انتخاب ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔خریطۂ جواہر کے علاوہ قریب بیس مشہور تذکرہ جات کا مطالعہ بھی کیا ہے ۔طورِ معنیٰ،نشترِ عشق کلمات الشعرا،سفینۂ خوشگو وغیرہ وغیرہ لیکن کسی بھی تذکرے میں یک جا اتنے خوبصورت اشعار کا حسین مرقع ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

الحمدللہ زیرِنظر پرانے ترجمہ اور انتخاب پر گرانقدر اضافہ کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے ۔مزید اہل تحقیق کی تسلی وتشفی کے لئے کچھ تلخ حقائق بھی لکھ دیتا ہوں ۔

شاہ معین الدین احمد ندوی نے خریطۂ جواہر کے قریب ایک دو بہترین اشعار کو چھوڑ دیا تھا ۔مثال کے طور پر خریطۂ جواہر اصلی کے صفحہ ۸ ہی کو لیجئے، اہلی شیرازی کے پہلے شعر کے بعد اگلے تین اشعار چھوڑ دیے گئے اشعار یہ ہیں:

شعر:ا

مائیم و صد ملامت و از دور یک نگاہ
آنہم چون بنگری سبب صدالم شوَد

ترجمہ :ہم ہیں اور صد ملامت، دور سے تیری ایک اچٹتی نظر جب ہم پر پڑتی ہے وہ بھی ہمارے لئے موجب صد غم والم ہے ۔

شعر ۲

بہ گلگشت چمن سروی نداد از قامتش یادم
کہ ہمچون سایہ بیخود گشتہ در پایش نیفتادم

ترجمہ : معشوق کے گلگشت کے دوران؛ سرو، سایہ ہو کر معشوق کے قدموں میں گر پڑا اور اسنے اپنے قد کی نفی کر دی۔ یعنی سرو میرے معشوق کو دیکھ کر اپنی بلندئی قد کے دعوٰی سے دست بردار ہو گیا۔

شعر ۳

ترا چندانکہ آن مہ ساخت پامالِ جفا اہلی
تُو باز ازشوقِ او چون سبزہ سر از خاک برگیری

ترجمہ اے اہلی تجھے جفا کیش معشوق جتنی بار مرضی پامال کرے۔ تو سبزے کی طرح شوق سے از سرِ نو اُگتے رہنا۔

ایسے ہی دوسرے شعرا کے بھی بہت سے اچھے اشعار نہیں لئے گے۔ خریطۂ جواہر کے اصلی نسخہ مرتبہ مولانا مرزا مظہر جان جاناں میں اہلی شیرازی کے سترہ اشعار شامل ہیں۔ جبکہ فاضل مترجم نے صرف چار اشعار پر اکتفا کر لیا۔ باقی چودہ اشعار کو خاموشی سے نظر انداز کرنے کی وجہ معلوم نہ ہو سکی ہے۔ اس بارہ میں ہم کوئی بدگمانی نہیں کرنا چاہتے ممکن ہے کہ مشکل اشعار کے ترجمہ سے دامن چھڑانے کی تدبیر کی ہو۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ زیر نظر کتاب میں سلیس تراجم میں نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ مثلاً

تابوت من آہستہ ز کویش گذرانید
چون نیست امیدم کہ بیایم دگر آنجا

اہل خراسانی

ترجمہ: میرا تابوت میت اسکے کوچہ سے آہستہ گزارنا کیونکہ مجھے وہاں دوبارہ آنے کی امید نہیں۔

خواہد بخشم و ناز شَوَدْ کم محبتم
غافل کہ ایک کرشمۂ محبت فزوں کن اہلی

شیرازی

ترجمہ : معشوق اس لئے مجھ پر غصہ کرتا ہے کہ اس سے میری محبت کم ہو جائے گی مگر اس کو پتہ نہیں کہ اُس کی یہ ادا محبت کو بڑھا دیتی ہے۔

شرمندہ ز آسمان و زمینم کہ بہر تو
تا کے بسجدہ افتم و تا کے دعا کنم

ترجمہ : تمہارے آگے اتنے سجدے کئے ہیں اور اتنی بار دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہیں کہ اب آسمان و زمین سے شرم آنے لگی ہے۔

بچہ اندیشہ ام از خاطر ناشاد روی
چہ بخاطر بگزارنم کہ تو از یاد روی

ترجمہ : تو کس خیال سے میرے دل سے نکلا جاتا ہے جب تیری یاد ہی دل سے نکل جائے گی تو اس میں کیا رہ جائے گا یعنی یہ ویرانہ ہو جائے گا۔

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ اہلی شیرازی کی باقی اشعار جو فاضل مصنف نے چھوڑ دیے تھے زیر نظر انتخاب میں شامل کئے گئے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں زائد از تین سو شعرا کا نمونہ کلام معہ اردو ترجمہ پیش کیا ہے۔

یہاں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ شاہ معین الدین کا انتخاب اغلاط سے مملو ہے۔ تقریباً ہر صفحہ پر کسی نہ کسی غلطی نے انتخاب کو سر درد بنا دیا ہے۔ نیچے پیرا میں شاہ معین الدین احمد

ندوی کے ترجمۂ خریطۂ جواہر مطبوعہ اعظم گڑھ طبع اول ۱۹۷۵ عیسوی میں بہت سی اغلاط کی نشاط دہی کی گئی ہے ۔اور اس کتاب میں شامل اشعار کو خریطۂ جواہر کے اصلی نسخہ مطبوعہ المصطفیٰ اکادمی حیدر آباد مطبوعہ ۱۴۰۸ ہجری کے معتبر و معیاری مسودے کے مطابق درست کیا گیا ہے ۔بعض نمایاں اور فاش اغلاط کی تفصیل یہ ہے۔

صفحہ ۸،اہلی شیرازی کے تیسرے شعر میں ’’ بگذارنم‘‘ کے بجائے’’ گذرانم‘‘ مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

بچہ اندیشہ ام از خاطرِ ناشاد روی
چہ بخاطر گذرانم کہ تُو از یاد روی

صفحہ ۱۱،مرزا قزوینی کے شعر میں’’از بر‘‘ کے بجائے’’از جابر‘‘ مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

بہ تمکینی غمش در دل نشتہ
کہ گر وصل آید از جابر نہ خیزد

میرزا محمد اکبر قزوینی

صفحہ ۱۲،عنایت اللہ خان آشنا کے شعر ۲ میں ’’ آستانِ تو‘‘ کے بجائے’’ آستانہ ترا‘‘ مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

یکبار آستانِ ترا بوسہ دادہ ایم
باماہنوز دشمنیِ آسمان بجا ست

عنایت خان آشنا

صفحہ ۱۴،ملا باقر کاشانی کے شعر میں ’’نیستم‘‘ کے بجائے ’’نیستیم‘‘ درست ہے کیونکہ شعر کے شروع میں جمع کا صیغہ’’ ما‘‘ استعمال ہوا ہے۔

ما در خورِ فراغتِ وصل تو نیستم
مارا برای خاطرِ ہجران نگاہ دار

ملاباقر کاشانی

صفحہ ۱۵،حسن بیگ نعیمی کے شعر میں" صد بارہ" کے بجائے" صد رہِ" مطابق اصل نسخہ تصحیح کردی ہے۔

صد رہ از بزم تو گر رنجہ روم باز آیم
کشش شوق بلائیست کہ من میدانم

حسن بیگ نعیمی

صفحہ ۱۶،شعر آخری میں انتخاب کند کے بجائے''انتخاب نماید''مطابق اصل نسخہ تصحیح کردی ہے۔

چو آدمی بجہان نیست دل بمہر کہ بندم
کسی زصفحۂ خالی چہ انتخاب نماید

حسن شاملو

صفحہ ۱۷شیخ علی حزین کے شعر ا میں''دامن فسان'' کے بجائے دامن فشان مطابق اصل نسخہ تصحیح کردی ہے۔

شعر معہ ترجمہ شیخ حزین کے باب میں درج کیاجاچکا ہے۔

صفحہ ۱۷، امیر خسرو کے شعر میں مصرع ثانی میں''برسرِ پایت'' کے بجائے ''برکفِ پایت'' درست ہے۔

صفحہ ۱۸،خصالی کاشی کے،شعر ۵ میں''عضو درد'' کے بجائے''عضوی دردی و'' مطابق اصل نسخہ کے تصحیح کردی ہے۔

بخفت خسرِ و مسکین درین ہوس شبہا
کہ دیدہ برکفِ پایت نہد بخواب رود

امیر خسرو

صفحہ ۱۸ خصالی کاشی کے شعر ''عضوی'' کے بجائے ''عضو'' درست ہے۔

چو طفل مریضم بمہد زمانہ
بہر عضو دردی و گفتن ندانم

میر حیدر خصالی

صفحہ ۱۹ مرزا دانش کے ،شعر ۵ میں ''تہنیت گویند'' کے بجائے ''تہنیت گویید'' درست ہے۔

تہنیت گویید مستان را کہ سنگِ محتسب
برسرِ من آمد و این آفت از مینا گذشت

مرزا دانش

مستوں کو مبارک کہ محتسب کا پتھر میرے سر پر پڑا ہے مینا کے سر سے خطرہ ٹل گیا ہے۔

صفحہ ۲۰ ،مرزا رضی دانش کے ،شعر ا میں ''زنخل'' کے بجائے ''بہ نخل'' مطلوب ہے۔

نمک شناسِ اسیران چو از قفس رُستند
زنخل خانۂ صیاد آشیان بستند

نمک شناس اسیر پرندوں نے رہا ہونے پر صیاد کے گھر کی بغل میں درخت پر آشیانہ بنایا۔

صفحہ ۲۰ مرزا رضی دانش کے،شعر آخری میں ''گل امید'' کے بجائے ''گل دمید'' درست ہے۔

گل دمید از شاخ و بر خاکِ گلستان می طپم
کو پرو بالی کہ جای آشیان پیدا کنم

مرزا دانش

پھل کھل گئے پر طاقت پرواز نہیں اس لئے خاک گلستان پر تڑپتا ہوں۔

صفحہ ۲۳ کاشی رشکی کے شعر میں ''ناز آورد'' کے بجائے ''می آرد'' درست ہے۔

شعر معہ ترجمہ کاشی رشکی کے میں تحت درج کیا جاچکا ہے۔

ع :نیازِ عاشقان معشوق را در ناز آرد

صفحہ ۲۴ سلطان بیگ راہی کے،شعر میں ''گفتم بہ بلبل'' کے بجائے ''پُرسم ز بُلبلی'' مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

شعر معہ ترجمہ سلطان بیگ راہی کے باب میں درج کیا جاچکا ہے۔

صفحہ ۲۴ محمد رضا کے شعر میں ''یاری ندارد'' کے بجای ''تاری ندارد'' درست ہے تار سے مراد ریشہ، دھاگا۔

بیابانِ بلا خاری ندارد
کہ از دامانِ من تاری ندارد

محمد رضا

صفحہ ۲۴،محمد رضا کشمیری کے شعر میں ''محبت پس از'' کے بجائے ''محبت را پس از'' مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

شعر معہ ترجمہ محمد رضا کشمیری کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۲۵، فصاحت خان رازی کے شعر میں "سجودی ساختم" کے بجائے "سجودی کردہ ام" مطابق اصل نسخہ تصحیح کردی ہے۔

بندگی کیشم تمیزِ کعبہ و دیر کجا است
دیدہ ام ہر جا دری انجام سجودی ساختم

فصاحت خان رازی

صفحہ ۲۵ کلن حسین راغب کے شعر میں "صد نامہ نوشتم" کے بجائے "نوشتیم" درست ہے۔

صد نامہ نوشتیم و جوابی نہ نوشتی
این ہم کہ جوابی نہ نویسد جواب است

کلن حسین راغب

شعر معہ ترجمہ کلن حسین راغب کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۲۶، زلالی اور گنجی کے شعر میں "خراش کے بجائے "خراشی" ہونا چاہیے تھا۔

نہ نکہتی نہ گلی نی خراشی از خاری
درین چمن بچہ دل خوش کند گرفتاری

صفحہ ۲۷، شیخ سعدی کے مشہور شعر میں "درسرای ترا" کے بدلے "درِسرای را" مطابق اصل نسخہ تصحیح کردی ہے۔

حدیث عشق چہ داند کسی کہ در ہمہ عمر
بسر نکوفتہ باشد در سرای را

صفحہ ۲۷، شیخ سعدی کے معروف شعر میں "عاشق صابر کے بجائے "عاشق و

صابر" مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

ولی کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است
ز عشق تا صبوری ہزار فرسنگ است
شیخ سعدی

صفحہ ۲۹ شیخ سعدی کے شعر میں" بناشد" کے بدلے" نباشد" ہی درست ہے۔ بنا شد پڑھا جاتا ہے جو کہ صریح غلطی ہے۔

سعدیا نوبتی امشب دہلِ صبح نکوفت
یا مگر صبح نباشد شب تنہائی را
شیخ سعدی

صفحہ ۲۹ سلمان ساوَجی کے شعر میں" از دل" کے بجائے" ز دل" مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

شعر معہ ترجمہ سلمان ساوَجی کے باب کے میں کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۳۰ ،سلطان محمد قمی کے شعر ۶ میں" بازخوات" کے بجائے" بازخواست" مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

اینم دیت بس است کہ ہنگام باخواست
نعشم بر آستانۂ قاتل نہادہ اند
یہی میرے قتل کا خوں بہا کافی ہے کہ میری لاش قاتل کے آستانہ پر رکھ دی جائے۔

صفحہ ۳۲ ،ملا علی اکبر سودا کے شعر میں" رخنۂ" کے بجائے" ز رخنۂ" مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

از چاکِ دل نظر بہ رخِ یار می کنم
سرِ چمن ز رخنۂ دیوار می کنم

میں دل کے چاک سے یار کا چہرہ دیکھتا ہوں (گویا) دیوار کے رخنہ سے باغ کی سیر کرتا ہوں۔

صفحہ ۳۴ شاپور طہرانی کے شعر میں "قفس" کے بجائے "قفسی" مطابق اصل نسخہ تصحیح کردی ہے۔

شعر معہ ترجمہ شاپور طہرانی کے باب میں درج کیا جاچکا ہے۔

صفحہ ۳۵ حکیم شفائی کے شعر میں "بَرَود" کے بجائے "بَرَسَد" مطابق اصل نسخہ تصحیح کردی ہے۔

صفحہ ۳۵ حکیم شفائی کے شعر میں "نہ آن کے بجائے" بہ آن" مطابق اصل نسخہ تصحیح کردی ہے۔

شعر معہ ترجمہ حکیم شفائی کے باب کے تحت درج کیا جاچکا ہے۔

صفحہ ۳۷، شکیبی اصفہانی کے شعر میں" تیز کے بدلے" نیز" مطابق اصل نسخہ تصحیح کردی ہے۔

شعر معہ ترجمہ شکیبی اصفہانی کے باب میں درج کیا جاچکا ہے۔

صفحہ ۳۷، شکیبی اصفہانی کے شعر میں" گذراندیم" کے بجائے" گذرایندہ" درست ہے۔

شبہای ہجر را گذرایندہ زندہ ایم
مارا بسخت جانی خود این گمان
شکیبی اصفہانی

صفحہ ۴۱، محمد صادق کے شعر میں" میزش نداشت" کے بجائے" آمیزش نداشت" مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

از ازل صادق بدنیا میل آمیزش نداشت
چند روزی آمد و یاران خود را دید و رفت

محمد صادق

صفحہ ۴۲، مرزا صائب کے شعر میں" ناز د" کے بجائے" ناز" درست ہے۔

ما را ز شبِ وصل چہ حاصل کہ تو از ناز
تا بندِ قبا باز کنی صبح دمید است

مرزا صائب

صفحہ ۴۳ میر صیدی، کے شعر میں ''تیم'' کے بدلے ''نیم'' درست ہے۔

با آنکہ صرف شد ہمہ عمر در انتظار
اگہ نیم ہنوز کہ چشمم براہِ کیست

میر صیدی

صفحہ ۴۴، میری صیدی کے شعر ۲ میں ''پر شکستہ شودؔ'' کے بدلے ''پا شکستہ شُدؔ'' مطابق ہے۔ شعر معہ ترجمہ میر صیدی کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۴۵ ملا صبائی، شعر میں ''ہہ'' کے بجائے ''مہ'' اور ''دید کس'' کے بجائے ''دید و کس'' ہے۔

از شرمِ ابروانِ مہِ ہلال عید
خود را چنان نمود کہ کس دید ع کس ندید

ملا صبائی

صفحہ ۴۵،ملا محمد صوفی کے شعر میں ’’گریست‘‘ کے بجائے ’’گرست‘‘ درست ہے۔

شعر معہ ترجمہ ملا محمد صوفی کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۴۶ ضمیر ہمدانی کے شعر ۳ میں ’’را دیدو جان سپرد‘‘ کے بجائے ’’ترا دیدو جان سپرد‘‘ مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

شعر معہ ترجمہ ضمیر ہمدانی کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۴۸ طالب آملی کے شعر میں ’’گزار‘‘ کے بجائے ’’گداز‘‘ مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

شعر معہ ترجمہ طالب آملی کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۴۵،طالب آملی کے شعر میں ’’آسودہ نیست کے بجائے ’’آلودہ نیست‘‘ مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

بی طراوت ہمچو برگِ سبزۂ بی شبنم است
گوشۂ دامانِ مژگانی کہ اشک آلودہ نیست

جو آنکھ اشکوں سے نم نہیں وہ اس بے طراوت سبزے کے طرح ہے بے طراوت یعنی جس پر شبنم نہ پڑی ہو۔

صفحہ ۴۸،طالب آملی کے شعر میں ’’بدست‘‘ کے بجائے ’’بدمست‘‘ مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔

باصد کرشمہ آن بُتِ بدمست می رود
خود می کند خرام و خود از دست می رود
طالب آملی

صفحہ ۴۹ طالب آملی کے شعر ''بوئے'' کی جگہ ''ز بوی'' درست ہے

خزان رسید و ز بوی بہارِ رفتہ ہنوز
ذخیرہ ہای جنون در دماغِ دل دارم

طالب آملی

صفحہ ۴۹، مرزا طاہر کے شعر میں ''بقدم'' کے بجائے ''قدَم''
اسی شعر کے دوسرے مصراع میں ''اشکی مرا آہی'' کے بجائے ''اشکی و آہی'' درست ہے۔

سر تا قدَم رفتہ بتاراج نگاہی
از چشم و دلم ماندہ ہمین اشکی و آہی

مرزا طاہر

صفحہ ۵۱ نورالدین ظہوری کے شعر میں ''ہم'' کے بدلے ''من ہم'' مطابق اصل نسخہ تصحیح کر دی ہے۔ شعر معہ ترجمہ نورالدین ظہوری کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۴۸، نورالدین ظہوری کے شعر میں خانخان کے بدلے ''خانمان'' ہے۔ شعر معہ ترجمہ نورالدین ظہوری کے باب میں درج کر دیا ہے۔

صفحہ ۴۸، نورالدین ظہوری شعر میں ''تشنگی خضر و'' کے بدلے ''تشنگیِ خضر'' ہے۔ معہ ترجمہ نورالدین ظہوری کے باب میں درج کر دیا ہے۔

صفحہ ۵۲، ملا کمال دہلوی کے شعر ''کویت پیراہن است'' کے بدلے ''کویش پیرانیست'' ہے۔

مارا از خاکِ کویش پیراہنیست برتن
آن ہم ز اشک دیدہ صد چاک تا بہ دامن

ملا کمال دہلوی

تیرے کوچے کی اتنی خاک میری جسم پر پڑی ہے کہ وہ میرا الباس بن گئی مگر اشک ریزی سے (یہ لباس) صد چاک ہو چکا ہے۔

صفحہ ۵۳، عرفی شیرازی آخری شعر میں ''پزسش'' کے بدلے ''پرسش'' ہے۔

شعر معہ ترجمہ میر عرفی شیرازی کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۵۳، عرفی کے شعر میں ''تُربت'' دراصل ''مشہدِ'' ہے۔

بلوحِ مشہد پروانہ این رقم دیدم
کہ آتشی کہ مرا سوخت خویش را ہم سوخت

عرفی شیرازی

صفحہ ۵۳، عرفی کے شعر میں ''رنج'' کے بجائے ''زنخ'' ہے۔

لب بدندان، دست در زیر زنخ درارد مسیح
گفتہ ای ہم نشین گویا کہ بیمار کیست

عرفی شیرازی

صفحہ ۵۴ عرفی کے شعر میں ''بکشند انجمن'' کے بدلے ''بکشند وانجمن'' ہے۔ شعر معہ ترجمہ عرفی شیرازی کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۵۶، عرفی کے شعر کے مصراع اول میں ''رسید از من'' کے بجائے ''رمید از من'' ہے۔ اسی شعر کے مصراع ثانی میں ''بارد، چکد'' کے بجائے ''بارید، چکید'' ہے۔

شعر معہ ترجمہ عرفی کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۵۶ قلی بیگ عرشی کے شعر میں بہ رویت نگاہ نکرد'' کے بجائے'' بہ رویت نگاہ کرد''۔

ہر کس کہ زیرِ تیغ بہ رویت نگاہ کرد
زان پیشے کہ کشتہ شود خونبہا گرفت
قلی بیگ عرشی

جس نے تیری تیغ کے نہ آتے وقت تیرا چہرہ دیکھ کیا اسکو اپنے خون کی دیت مل گئی۔

صفحہ ۵۸ نعمت خان عالی کے شعر میں ''یفتو ای'' کے بجائے ''بفتو ای'' درست ہے۔

شعر معہ ترجمہ نعمت خان عالی کے باب میں درج کیا جاچکا ہے۔

صفحہ ۵۸ نعمت خان عالی کے شعر میں ''امشب دل'' کے بدلے ''امشب دردِل'' ہے۔

چہ بیدردانہ امشت در دل از یار می گفتم
کہ اُو کم شنید از من و من بسیار می گفتم
نعمت خان عالی

صفحہ ۵۹ نعمت خان عالی کے، شعر میں ''بقفا'' کے بدلے ''بقفا'' ہے۔

شعر معہ ترجمہ نعمت خان عالی کے باب میں درج کیا جاچکا ہے۔

صفحہ ۶۰ میر عبدالحسین کے شعر ۴ میں ''شمردہ اند'' کے بجائے ''شمردہ نہ'' ہے۔

شعر معہ ترجمہ میر عبدالحسین کے باب میں درج کیا جاچکا ہے۔

صفحہ ۶۱ غضنفری کے شعر میں ''تفصح'' کے بجائے ''تفص'' ہے۔

شعر معہ ترجمہ غضنفری کے باب میں درج کیا جاچکا ہے۔

صفحہ ۶۲ غیرتی شیرازی کے شعر میں ''نیا فتیم'' کے بجائے ''نیافتم'' ہے۔

عمرے گذشت و در راہِ سلامی نیافتم
شرمندۂ دلم کہ چہا در خیال داشت
غیرتی شیرازی

صفحہ ۶۲ غیاثائی حلوائی کے،شعر میں ''پرافشانم'' کے بجائے ''برافشانم'' ہے۔اسی شعر کے مصراع ثانی میں ''برسرِمن کن'' کے بجائے ''برسرِمن کش'' ہے۔شعر معہ ترجمہ غیاثائی حلوائی کے باب میں درج کیا جاچکا ہے۔

صفحہ ۶۳ غنی کشمیری کے شعر میں ''تزانو'' کے بجائے ''بزانو'' ہے۔

زاہدا اگر زکردۂ پشیمان نہ گشتہ است
در ہر نماز دست بزانو چہ می زند
غنی کشمیری

صفحہ ۶۴ غنی کشمیری کے شعر میں ''سبز'' کے بجائے سبزی ہے۔اور ''کردۂ'' کے بجائے ''کرد'' ہے۔اسی صفحہ پر غنی کشمیری کے ایک اور شعر میں ''منیکبد'' کے بجائے ''می کند'' ہے۔شعر معہ ترجمہ غنی کشمیری کے باب میں درج کر دیا ہے۔

صفحہ ۶۵،فغانی کے شعر میں ''شیوہاست'' کے بجائے ''شیوہ ہاست'' ہے۔معہ ترجمہ فغانی کے باب میں درج کر دیا ہے

صفحہ ۶۷،فارغی تبریزی کے شعر میں ہرزلفش کے بجائے'' سرِزلفش'' ہے۔معہ ترجمہ فارغی تبریزی کے باب میں درج کر دیا ہے

صفحہ ۶۷،میر فائض گیلانی کے شعر میں'' دیدہ ازمن وکنارازمن'' کے بجائے '' دیدہ ازمن،آستین ازمن،کنارازمن'' درست ہے۔معہ ترجمہ میر فائض گیلانی کے باب میں درج کر دیا ہے

صفحہ ۶۸، میر علی اصغر فغانی کے شعر میں" ماہ می گذرد" کے بجائے" مہ گذر دارد" ۔معہ ترجمہ میر علی اصغر فغانی کے باب میں درج کر دیا ہے۔

صفحہ ۶۹، فصیحی ہروی کے شعر میں"رادر دلِ ما"کے بجائے"در دلِ من" ہے۔ اسی صفحہ پر شعر ۳ کا پہلا مصراع ناقص ہے۔

نالہای نو گرفتارانِ غم را لذّتیست ۔مصراع میں"نو" کی جگہ"تو"اور لذّتیست سرے سے لکھا ہی نہیں ۔شعر معہ ترجمہ فصیحی ہروی کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۷۰ فصیحی ہروی کے، شعر میں"نام ونمود"کے بجائے"نام نبود" درست ہے۔ فاش غلطی ہے ۔اسی صفحہ پر شعر ۳ میں" فریب سعیِ مخور کے بعد فصیحی (شاعر کا تخلص آتا تھا نہیں لکھا)

فریب سعیِ مخور فصیحی کہ کعبۂ وصل
بدلنوازیِ پای شکستہ می آید
فصیحی ہروی

صفحہ ۷۱، شعر ا میں" پیکان" کے بجائے"خنجر" ہے۔

صفحہ ۷۱، شعر ۳ میں" چنان خام" کے بجائے" چسان خواہم" درست ہے۔

دلا عذرت چسان خواہم کہ ہیچ از من نیا سودی
دو روزی کاندرین محنت سرا مہمانِ من بودی

اے دل میں دو روز دنیا میں رہا اور اس اثنا تو نے میری کوئی سنی میں تیرا کیا عذر سنوں۔

صفحہ ۷۱، فضولی بغدادی کے شعر میں" سرشتند" کے بجائے" بسرشتند" درست ہے ۔شعر معہ ترجمہ فصیحی ہروی کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۷۳،شعر ۱میں ” بہ بزمت غیرم کشت نتوانم” کے بجائے بزمت رشکِ غیرم کشت ونتوانم کہ برخیزم

پس از عمری من غم دیدہ راروزِ وصال است این

قاضی احمد فگاری

تیری بزم میں رقیب کے رشک نے مارڈالا ایک عمر بعد وصال کی باری آئی وہ بھی رقیب کی موجودگی میں

صفحہ ۷۳ فہمی کاشانی کے شعر میں ” ہر چو مے” کے بجائے ” بر ہیچو منی” ہے ۔شعر معہ ترجمہ فہمی کاشانی کے باب میں درج کیاجاچکا ہے ۔

صفحہ ۷۳ فیضی کے شعر میں ” ورنہ” کے بجائے ” ارنہ” ہے ۔شعر معہ ترجمہ فیضی کے باب میں درج کیاجاچکا ہے ۔

صفحہ ۷۶، سطر ۱میں ”مقیمانی ” شاعرکانام ہی غلط لکھا ہے جوکہ ”مقیمائی خوجی” ہے

صفحہ ۷۶،مقیمائی خوجی نیشاپوری کے شعر میں” نگذ ارم“ کے بجائے” نگذ رانم“ ہے۔

شعر معہ ترجمہ مقیمائی خوجی کے باب میں درج کیاجاچکا ہے ۔

صفحہ ۷۷،مرزامعز فطرت کے شعر میں میں ”خوبے را“ کے بجائے ”خوب را“ ہے ۔

میکنی بدنام ای قاصد چرا خوب را

صد جواب از پارہ کردن داد مکتوب مرا

قاصد میرے محبوب کو کیوں بدنام کرتا ہے اس نے میرے خط کو پھاڑ سو جواب دیے ہیں ۔پھٹے خط کے سوٹکڑوں کی شاعرانہ توجیہہ ہے ۔

صفحہ ۷۷،میر شمس الدین فقیر کے شعر ۴ میں” پینکہ ،جانی ” کے بجائے” اینکہ، جانی” ہے ۔

خوش است اینکہ شود صرفِ یارِ جانی ما
دگر برای چکاراست زندگانی ما
میر شمس الدین فقیر

صفحہ ۷۷،میر شمس الدین فقیر کے شعر میں ''کافیست'' کے بجائے''کافی ست'' ہے۔

فقیر را سعادت ہمین قدر کافی ست
کہ منّتی بسرش سایۂ ہما نگذاشت
میر شمس الدین فقیر

فقیر کی خوش بختی کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس کے سر پہ ہما کا سایہ نہیں ہے۔

صفحہ ۷۸،نورالدین محمد قیراری کے شعر میں ''بہ آن'' کے بجائے''برآن'' ہے مصراع ثانی میں''مگر''اضافی لکھا گیا ہے۔

بمجلس تُو چو آہی کشیدم از حسرت
برآن شدی کہ نگاہی کنی حیا نگذاشت

صفحہ ۷۹،شعر ۳ میں''میرزد'' کے بجائے''میریزد'' ہے۔

قیلان بیگ کی رباعی یوں ہے:

خون گشت مرا ز ہجر یاراں دیدہ
زین غم شدہ چون سیل بہاران دیدہ
قیلان بیگ

صفحہ ۸۰،مشتاق رائی قدرت کے شعر ۲ میں'' دز'' کے بدلے'' در'' ہے۔شعر معہ ترجمہ مشتاق رائی قدرت کے باب میں درج کیا جا چکا ہے۔

صفحہ ۸۱، کمال اسمعیل کے شعر میں'' شد'' کے بجائے'' شو'' ہے۔

صفحہ ۸۱، ابوطالم کلیم کے شعر میں میں ” رخمے “ کے بجائے ” رحمی “ ہے۔

لالہ داغ است از فغانِ بلبل و گل بیخبر
آشنا رحمی نکرد امّا دلِ بیگانہ سوخت

ابوطالب کلیم

پھول بے خبر ہے مگر لالہ کے دل میں داغ پڑ گیا ہے واقف کار نے رحم نہیں کیا لیکن بیگانے کا دل جل گیا۔

صفحہ ۸۱، ابوطالب کلیم کے شعر میں ” رسد از دست “ کے بجائے ” رسد ار دست “ ۔ شعر معہ ترجمہ ابوطالب کلیم کے باب میں درج کیا گیا ہے۔

صفحہ ۸۵، مرزا قلی میلی کے شعر میں ” دہد “ کے بجائے ” دید “ ۔

در خواب ندیده بود میلی
آسودگیی کہ در لحد دید

مرزا قلی میلی

میلے کو وہ آرام نیند میں بھی نہ مل سکا جو آرام اسکو قبر میں ملا۔

صفحہ ۸۵، مرزا قلی میلی کے شعر میں ” بزمیش “ کے بجائے ” بزمش “ ہے۔

شعر معہ ترجمہ مرزا قلی میلی کے باب میں درج کیا گیا ہے۔

صفحہ ۸۵، مرزا قلی میلی کے شعر میں ” شدی “ کے بجائے ” شوی “ ہے۔ اسی شعر کے دوسرے مصرع میں تُو اضافی لکھا ہے درست شعر یوں ہے۔

ترسم ز بیوفایی خود منفعل شوی
گر کز امید واریِ خویشت بیان کنم

مرزا قلی میلی

یعنی میں اس ڈر سے اپنی آرزوئیں اور تمنّائیں تجھ سے نہیں بیان کرتا کہ اس کو سُن کر تجھے اپنی بیوفائی پر شرمندگی نہ ہو۔

صفحہ ۸۵،شعر ۷ میں " ولے ہر گام" کے بجائے" ولی در ہر گام" ہے۔

میروم از سرِ کوی تو ولی ہر گام
او بحسرت بقفا میکنم و میگریم

مرزا قلی میلی

میں تیری گلی سے تو جا رہا ہوں۔ مگر ہر قدم پر مُڑ مُڑ کر دیکھتا اور روتا جاتا ہوں۔

ص ۸۷،شعر ۳ میں" ندیدیم" کے بجائے" ندیدم" ہے۔

ز صد لشکر نہ دیدم آن خرابی کز غمش دیدم
الٰہی کاروانِ عشق جای بار نکشاید

میر محمد مومن

سینکڑوں فوج کشیوں نے وہ بھی ویرانی نہیں دیکھی جو اسکے غم سے دیکھی خدایا عشق کا قافلہ کہیں نہ اترے۔

صفحہ ۸۹،مرزا قُمی شرقی کے شعر میں" وکسے" کے بجائے"کسی" ہے۔

خزان رسید کسی وکسی آشنای عیش نشد
بہار ہمچو غریبان ازین دیار گذشت

خزاں آ گئی کسی کو بہار کا لطف نہ مل سکا (گویا(گویا بہار اجنبی مسافر کی طرح اس دیار سے گذر گئی۔ اسی صفحہ پر شعر کے مصراع ثانی میں ’’پرواز؛ کے بجائے ’’پای‘‘ ہے۔

گیرم کہ ز قیدِ قفس آزاد کندم
کو قوتِ پای کہ توانم بچمن رفت
مرزاقمی شرقی

صفحہ ۹۰،شعر ۲ میں ''نفرستید'' کے بجائے ''مفرستید'' ہے۔

مرا بوقتِ گل از باغ در قفس کردند
بگلشنم مفرستید تا بہار شود
مرزاقمی شرقی

مجھ کو موسمِ گل میں قفس میں قید کیا ہے اس لئے جب تک بہار نہ آجائے مجھے باغ میں نہ لے جاؤ۔

صفحہ ۹۳، آقا ملک معروف کے شعر میں ''چنانچہ اورز جا بروم چون'' کے بجائے علی الترتیب ''چنانکہ اورز جاروم چو'' درست ہے۔

چنانکہ سایہ شود محوِ درمیانِ دو شمع
ز جا روم چو بآئینہ رو برو گردد
ملک معروف

یعنی جس طرح دو شمعوں کے درمیان سایہ مٹ جاتا ہے۔
اس طرح جب محبوب آئینہ کے رو برو ہوتا ہے تو میں ہوش باختہ ہو جاتا ہوں۔

صفحہ ۹۴، ملک قمی کے شعر میں ''من کیستم'' کے بجائے ''من کیم'' ہے۔

من کیم کز ستمِ ہمچو تویی دادکنم
کہ کند مرا حرفِ گوش کہ فریاد کنم
ملک قمی

میں کون ہوتا ہوں کہ تیرے ظلم کی دادخواہی کروں۔ اگر میں فریاد بھی کروں تو کون سنے گا۔

صفحہ ۹۷،شعر آخری میں" چشم بددو" کے بجائے" چشم بد دور" ہے۔شعر مع ترجمہ آنند رام مخلص کے باب میں درج کیا گیا ہے۔

صفحہ ۹۸،حضرت نظام الدین اولیا نرگسی کے شعر ۳ میں"میکنی" کے بجائے" من کنی" ہے۔

صفحہ ۹۸،بابانصیر گیلانی کے شعر میں ''ترستند'' کے بجائے" ترسند" درست ہے۔

دلی دارم خراب از التفات چشم پُر کارش
ہمہ از جور می ترسند و من از لطف بسیارش

میرا دل معشوق کی چشم سے التفات کے باعث خراب ہوا لہذا میں معشوق کے جور کے بجائے اسکی مہر سے ڈرتا ہوں۔

صفحہ ۹۹،نطقی نیشاپوری کے شعر میں" انداز د کے بجائے" آن دارد" ہے۔

پس از گل گر رود بلبل زگلشن جای آن دارد
بآن چشمیکہ گل دیدست نتوان خزان دیدن

اگر پھول کے موسم ختم ہونے پر بلبل چلی جائے تو روا ہے۔کہ بہار دیکھنے والی آنکھ سے خزاں نہ دیکھا جائے گا۔

صفحہ ۱۰۱،نظیری نیشاپوری کے مشہور زمانہ شعر میں " ہرکجامی" کے بجائے" ہرکجا کہ می" درست ہے۔

زفرق تا قدمش ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است

نظیری

صفحہ ۱۰۳،نسبتی تھانیسری کے شعر ۵ میں’’ یک شب ہجر صد‘‘ کے بجائے ’’ یک شب ہجر وصد‘‘ درست ہے۔شعر معہ ترجمہ نسبتی تھانیسری کے باب میں درج کیا گیا ہے۔

صفحہ ۱۰۴،نسبتی تھانیسری کے شعر میں’’ مردن‘‘ کے بجائے’’ مرگم‘‘ درست ہے۔

بعد مرگم این قدر دانم کہ خواہی گفت حیف
تاکنم با او وفا عمرش وفاداری نکرد

نسبتی تھانیسری

صفحہ ۱۰۴،نویدی کے شعر میں’’ روئے‘‘ کے بجائے’’ سوی‘‘ ہے۔

کس را نہ بینم روزِ غم جُز سایہ در پہلوی خود
آنہم چو بینم سوی او گرداند از من روی خود

نویدی

بحر رجز سالم مثمن میں ہے اور ترجمہ یوں ہے۔

غم کے وقت بجز سایہ کوئی پاس نہیں ہوتا اسکا بھی یہ حال ہے کہ جب میں اس کی طرف دیکھتا ہوں وہ رخ دوسری طرف پھیر لیتا ہے۔

صفحہ ۱۰۵،میر نجات کے شعر میں’’ خون کردہ در بستہ‘‘ کے بجائے’’ خون کردہ ودر بستہ‘‘ ہے۔

بستست بمردم سرِ رہ چشمِ سیاہش
خون کردہ و در بستہ نشست ست نگاہش

میر نجات

محبوب کسی کی طرد دیکھتا ہی نہیں (گویا) اسکی نگاہوں نے قتل کئے ہیں اس لئے در بند کر کے بیٹھا ہے یعنی آنکھیں موند لی ہیں۔

صفحہ ۱۰۷، واقفی مشہدی کے شعر میں" بیہوشی" کے بعد" آورد" چھوٹ گیا تھا سو درست شعر یوں ہے۔

برون میا ز خانہ کہ ذوقِ امیدِ وصل
بہتر ز دیدنی ست کہ بیہوشی آورد

واقفی مشہدی

وصل کی امید دیدار سے بہتر ہے جب تو باہر نکلتا ہے تو لوگ بیہوش ہو جاتے ہیں۔

صفحہ ۱۰۷، شعر آخری میں" زخم نہ آید" کے بجائے" زخم، نیاید" ہے۔

سرشک از رُخم پاک کردن چہ حاصل
علاجی بکن کز دلم خون نہ آید

میر والہی قمی

میرے چہرے سے آنسو پونچھنے سے کیا فائدہ کوئی علاج کرو کہ زخم دل سے خون رسنا بند ہو جائے۔

صفحہ ۱۰۸، شعر ا میں" رویش، مکن" کے بجائے" سیرش، بکن" ہے۔

صفحہ ۱۰۸، کمال الدین وحشی کے شعر میں" می کنم" کے بجائے" لیکنم" ہے۔

بلبلِ گلشن پرستم لیکنم پر بازنیست
باغ نزدیک است امّا طاقتِ پرواز نیست
کمال الدین وحشی

صفحہ ۱۰۹،شعر ۳ میں ”مستم ،داد کے بجائے ”ستم،وداد“ ہے۔

جای ہنوز نیست بذوقِ دیارِ عشق
ہرچند ظلم ہست ،ستم ہست و داد ہست
کمال الدین وحشی

عشق کے جہان میں ظلم وستم اور داد سب کچھ ہوتے ہوئے بھی دیار ذوق میں عشاق کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

صفحہ ۱۱۰ کمال الدین وحشی کے شعر میں ”زیُمن عِشق پرٗ“ کے بجائے ”زیُمن عِشق برٗ“ ہے

زیُمن عِشق بروضع جہان خوش خندہ ہا کردم
معاذ اللہ گر روزی بدستِ روز گار افتم
کمال الدین وحشی

میں عشق کی روش پرلوگوں کو ہنستا تھا خدا معاف کرے کہیں میں بھی زمانہ کا نشانہ نہ جاؤں۔(اورلوگ الٹا مجھ پرہنسیں)۔

صفحہ ۱۱۱، وقوعی تبریزی کے شعر میں ”نشیند اور” افتد“ کے بجائے ”ننشیند اور افتاد“ درست ہے۔

چہ پیش آمد دلم را کز طپیدن باز ننشیند
چو مرغی کو بدام افتاد از پروازننشیند
وقوعی تبریزی

میرے دل کو کیا واقعہ پیش آیا کہ اس نے تڑپنا چھوڑ دیا۔ اس مرغ کی طرح جو دام میں گرفتار ہونے کے بعد اڑنے سے مجبور ہو جاتا ہے۔

صفحہ ۱۱۱، مرزا ولی دشت بیاض کے شعر کا پہلا مصرع ہی غلط ہے۔ صحیح شعر یوں ہے۔

داشتم دردی کہ تا اکنون ز درمان عار داشت
این زمان محتاجِ درمان شد نمی پُرسی چرا

مرزا ولی دشت بیاض

یعنی میرا درد درماں طلب نہیں تھا اب وہ محتاج ہے مگر معشوق اسکا سبب نہیں پوچھتا ہے۔

صفحہ ۱۱۱، شعر آخری میں "ترکِ جہان" کے بجائے "ترکِ دو جہان" درست ہے۔

بہ تمنّای تو ترکِ دو جہان کرد ولی کرد ولی
مہربانی تو ہم در خورِ این می بایست

ولی دشت بیاض

تیری تمنّا میں ولی نے دونوں جہانوں کو چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے تیری مہربانی اسی کے مطابق ہونی چاہیے۔

صفحہ ۱۱۲، شعر ا میں "وعدۂ" کے بجائے "مژدۂ" درست ہے۔

گر بمن قاصدِ او وعدۂ دیدار نداشت
چون نگاہی کہ بمن داشت بااغیار نداشت

ولی دشت بیاض

اگر قاصد محبوب کے دیدار کا پیغام نہیں لایا تو پھر مجھ پر اسکی خاص نگاہِ لطف اوروں سے زیادہ مجھی پر کیوں ہے؟۔

صفحہ ۱۱۲ میں "ولی تیغ ستم" کے بجائے "ولی ورنہ" درست ہے۔

بمصلحت گلۂ می کند ولی ورنہ
فدای تُست اگر صد ہزار جان دارد

ولی دشت بیاض

ولی معشوق کی تیغ ستم کا گلہ مصلحتاً کرتا ہے۔ اگر اسکے ہزار جانیں بھی ہوں تو بھی تجھ پر نثار کرتا۔

صفحہ ۱۱۳، شعر ۲ میں ''غیرت کے بجائے ''غیرش'' درست ہے۔

بگذشت ز پیشِ من و غیرت بحکایت
پیچید کہ ہر گز نتواند بقضا دید

ولی دشت بیاض

محبوب میرے سامنے سے گذر رہا تھا مگر رقیب نے اسے کچھ اس طرح باتوں میں لگایا کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھ سکتا تھا۔

صفحہ ۱۱۳، شعر ۴ میں ''شدہ'' کے بجائے ''شدو'' ہے۔

این شام ہجر بود ولی چون بسر رسید
خاکت بسر کہ روز شُد و زندۂ ہنوز

ولی دشت بیاض

ولی یہ ہجر کی شام تھی کس طرح بسر ہوگئی۔ تیرے سر پر خاک! تو ابتک زندہ ہے۔

صفحہ ۱۱۵، میر طاہر وحید کا شعر ہے اس میں ''غجل '' کے بجائے ''خجل'' درست ہے۔

گشتم خجل ز دامن جاناں و سعیِ خویش
تا چند شوق گیرد و ہمت رہا کند

میر طاہر وحید

محبوب کے دامن اور اپنی سعی سے شرمندہ ہوں کب تک میرا شوق اسکا دامن پکڑتا رہے گا اور ہمت اسکو چھوڑتی رہے گی۔

صفحہ ۱۱۵،شعر ۲ میں ”غیر از ین عیبی اور دیگریت“ کے بجائے ”غیر از عیبی اور دیگرت“ ہے۔

ز سر تا پا ہمہ حسنی نداری غیر از عیبی
کہ ہر عضوِ تو نگذارد کہ عضوی دیگرت بینم

ملا طاہر وحید

تو سراپا حسن و خوبی ہے۔ تجھ میں صرف ایک عیب ہے کہ تیرا ایک عضو دوسرے کو نہیں دیکھنے دیتا۔

صفحہ ۱۱۵ کے آخری شعر میں ”گرکاوی“ کے بجائے ”گرتوبکاوی“ درست ہے۔

شراب خانۂ ما تا بحشر اگر تو بکاوی
بجای ریزۂ غم توبۂ شکستہ برآید

نظیری مشہدی

اگر تو حشر تک بھی میرے میخانہ کی خاک کھودتا رہے تو بھی اس میں ٹوٹے ہوئے پیالوں کی ٹھکریاں کے بجائے ٹوٹی ہوئی توبہ برآمد ہوگی۔

صفحہ ۱۱۶، شیخ علی نقی کمرہی کے شعر میں ”عیوض“ کے بجائے ”عوض“ ہے۔

صفحہ ۱۱۶، شیخ علی نقی کمرہی کے شعر ۳ ”تجدیدِ ایمان می کند“ کے بجائے ”ایمان تازہ میسازد“ درست ہے۔

بہنگام مِ وداعش می کنم تو عہدِ دیرین را
چو بیماری کہ وقتِ مرگ ایمان تازہ میسازد

شیخ علی نقی کمرہی

میں محبوب کو رخصت کرتے وقت پرانے عہد کو دہراتا ہوں جسطرح بیمار مرتے وقت تجدید ایمان کرتا ہے۔

صفحہ ۱۱۶،شعر آخری میں" بہ آتش کے بجائے" بر آتش" درست ہے۔

نی گلاب است اینکہ بہ رخسار مہوش میزنی
تا نسوزد عالمی آبی بر آتش می زنی

ناز کی

محبوب رخساروں پر جو عرق گلاب چھڑک رہا ہے۔وہ عرق گلاب نہیں بلکہ آگ پر پانی چھڑک رہا ہے۔(تا کہ دنیا نہ جل جائے)۔

صفحہ ۱۱۷،شعر ا میں" خوشنودی کے بجائے" خوشنود" ہے۔

درین مدّت غمِ ہجران عبث پر خود پسندیدم
ندانستم کہ از مرگم دلتخوشنودی می کردد

نازکی

میں اتنے دنوں تک غم ہجر بیکار برداشت کرتا رہا مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ میرے مرنے سے تو خوش ہوگا(ورنہ میں پہلے ہی مرجاتا)۔

صفحہ ۱۱۷، نازکی کے شعر میں" چراغ" کے بجائے" چراغی" درست ہے۔

آنکہ شامِ زندگانی شمعِ بالینم نہ شد
کے پس از مرگم چراغی بر سرِ گور آورد

نازکی

صفحہ ۱۱۸،شعر ا میں" قفسمکے بجائے"قفسم" ہے۔

گر زیرِ گلبنی قفسم را نمی نہی
جای بنہ کہ نالہ بگوشِ چمن رسد

نازکی

اگر تو گلاب کے پودے کے نیچے میرا پنجرا نہیں رکھتا۔ تو نہ رکھ کم ازکم میرا پنجرا کسی ایسی جگہ رکھ جہاں سے میرا نالہ باغ میں پہنچ جائے۔

صفحہ ۱۲۱، ملا ہراتی کے شعر میں" بکوی سر نگذاشت" کے بجائے" بکوی تو سر نداشت" ہے۔

آنکس کہ پا نہاد بکوی تو سر نداشت
وآنکس کہ سر نہاد بپای تو بر نداشت

ملا ہراتی

جس نے تیرے کوچہ میں قدم رکھا اسنے سر کو خیرباد کہا۔ جس نے تیرے پاؤں پر سر رکھا پھر وہ نہ اٹھا۔ یعنی وہ تیرا ہی ہو کر رہ گیا۔

صفحہ ۱۲۱، ہلالی کے شعر میں" یارمن کے بجائے" یارما" ہے۔

صفحہ ۱۲۲، ہلالی کے شعرا میں" مادہد" کے بجائے" دہد مرا" درست ہے۔

ناصح زبان کشود کہ تسکین ما دہد
نامِ تُو بُرد باعثِ صد اضطراب شُد

ناصح نے میری تسکین کے لئے زبان کیا کھولی کہ تیرا نام سن کر میں صد اضطراب میں مبتلا ہو گیا۔

صفحہ ۱۲۳، میر یحیٰ کاشی کے شعر میں" زخود خوشحالی" کے بجائے" زخوشحالی" درست ہے۔

صفحہ ۱۳۲، میر یحییٰ کاشی کے شعر میں" می ترسی" کے بجائے" ترسی مترس" درست ہے۔

ای کہ از دشواریِ راہ فنا ترسی، مترس
بسکہ آسان است این رہ میتوان خوابیدہ رفت

میر یحییٰ کاشی

راہ فنا کی دشواری سے اتنا کیوں ڈرتا ہے۔ وہ تو بہت آسان ہے بس سوئے اور گذر گئے۔

مذکورہ بالا اغلاط کے علاوہ کہیں بعض شعرا کے اسما بھی غلط لکھے گئے ہیں ۔مثلاً محسن بیگ رشکی کے تخلص رشکی کے بجائے اشکی لکھا گیا ہے ایسے ہی روشنی ہمدانی شاعر کا نام روشی ہمدانی درج کیا ہے۔ ملا صہبائی کو خریطہ جواہر کے اصلی نسخے میں ملا صبائی لکھا ہے، طوفی طوفی شیرازی کو طوقی، غیاثائی حلوائی کو غیاث حلوائی وغیرہ تسامحات سرزد ہوئے ہیں ۔زیرنظر کتاب میں تحقیق کے بعد اشعار کے صحیح متون کو معہ ترجمہ پیش کیا گیا ہے ۔امید ہے کہ قارئین کو یہ انتخاب پسند آئے گا اور انکے جمالیاتی ذوق کی تسکین کے سامان فراہم کرے گا۔ اور اگر کہیں تسامح سرزد ہوا تو اسکی نشان دہی ضرور کریں۔ اسے امید کے ساتھ المخلص

غنی غیور

۱۱ر ستمبر ۲۰۲۳ جموں

پیش لفظ

حضرت میرزا مظہر اقلیم سخن کے درخشندہ ستارے ہیں ۔ یہ فیض انہیں براہ راست ملا ہے ۔شاعری میں وہ کسی کے شاگرد نہیں تھے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خریطۂ جواہر میرزا مظہر کی سخن فہمی کا بین ثبوت ہے ۔مزید کئی سوسالوں سے دبستان دہلی کی شعرا کے لئے خریطۂ جواہر معیار سخن ٹھہری رہی ہے ۔کئی سو سال بعد بھی یہ انتخاب زندہ و بامعنی ہے ۔بلکہ سخن شناسان ونکتہ سنجان ادب کے لئے روشنی کا مینار ہے ۔غالب جیسے نابغہ کے اشعار میں خریطۂ جواہر کے بہت سے اشعار کا چربہ و رنگ موجود ہے ۔

آن خود فروش آینہ تا دید محو شد
کز بہرِ عرضِ جنس دکانی بہم رسید

مرزا مظہر

غالب نے مصرع اول سے استفادہ کیا ہے ۔

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

دین ما دیدن و ہیہات کہ دیدن مشکل
نہ رسیدن بہ بتان کفر و رسیدن مشکل

مرزا مظہر

یہی وہ مزاج غزل تھا جو غالب نے پسند کیا بہادر شاہ ظفر کا شعر

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

ہمارے محسن اعلیٰ و مربّی حضرت مظہر جان جاناں نے نہ صرف فارسی ادب کی خدمت کی بلکہ خریطۂ جواہر کے ذریعہ اردو غزل کا معیار بھی قایم کیا۔

میرزا مظہر کے اردو کلام کا نمونہ:

جو تو نے کی سو دشمن بھی نہیں دشمن سے کرتا ہے
غلط تھا جانتے تھے تجھ کو جو ہم مہرباں اپنا

گرچہ الطاف کے قابل یہ دلِ زار نہ تھا
اس قدر جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو
یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے

مرزا مظہر کی وسیع المشربی انہی کے ایک شعر سے ملاحظہ کریں:

اربابِ وفا دوست ز دشمن نشناسند
بر روی بد و نیک درِ آینہ باز است

مرزا مظہر

کسی ناشناس اردو شاعر نے اسی شعر سے خیال اخذ کیا ہے بقول شاعر

اپنا ہی عکس پیشِ نظر دیکھتے رہے آیینہ رو برو تھا جدھر دیکھتے رہے

بنا کردند خوش رسمی بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاکباز

مرزا مظہر

دوسرے مصرع سے متاثر ہوکر غالب نے کہا

لاش بے کفن اسدؔ خستہ جاں کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

غالب

ہے مشتمل نمود صور پر وجود بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

کثرتِ این نقشہا عرضِ تجلّی ہای اوست
در دو عالم غیرِ یک نقّاش کس موجود نیست

مرزا مظہر

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

غالب

نگیرد باطن اہلِ صفا زنگ از نظر بازی
تصرّف نیست ہرگز در دلِ آئینہ صورت را

جس طرح آئینہ میں صورت گری سے کوئی اثر نہیں پڑتا اسی طرح اہل باطن کے دل پر نظر بازی کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

پشت پای برحنا زد وسرمہ رادرخاک ریخت

از پیِ آزارِمن ناحق در آزارِخود است

مہندی کو کچل ڈالا اور سرمہ کو خاک میں گرادیا میرے آزار کے لئے ناحق خود کو آزار میں مبتلا کیا ہے۔

چشم ہرگاہ کہ بر روی تو وا می گردد

دستِ فریادِ مرا دست دعا می گردد

جب تیرا چہرہ سامنے ہوتا ہے تو دست فریاد دستِ دعا ہو جاتا ہے یعنی تیرے ظلم و ستم بھلا کر تیرے لئے دعا کرتا ہوں۔

باین ضعف از اشارتہای ابروی تو در شورم

کہ تا سازندہ را ناخن بجند تا دمی نالد

ضعف کے باعث تیرا اشارہ ہی مجھ میں شورش بپا کر دیتا ہے میری مثال ایسی ہے جس طرح ساز بجانے والے کے ناخن کی ذراسی چھیڑ سے ستار کا تار بجھنے لگتا ہے۔

برنگِ غنچہ گر اندک نسیمی باز می گردد

اگر حرفی بپرسد باز دل دفتر برون آید

میرا حال غنچے کے جیسا ہے جو نسیم کے لمس سے کھل اٹھتا ہے اگر محبوب مجھ کو حال پوچھتا ہے تو دل پورا دفتر کھول دیتا ہے۔

جُز تو در دیدۂ من کس نگذارد قدمی

شہرہ داردکہ درین خانہ پری می باشد

تیرے علاوہ میرے خانۂ چشم میں کوئی قدم نہیں رکھتا کہ مشہور ہے اس گھر میں آسیب رہتا ہے۔

سوزِ دل از ہر بن مویم نمایاں کردہ اند
این جفا جویان مرا سروِ چراغاں کردہ اند

جفا کیش معشوقوں نے میرے ہر بن ومومیں ایسا سوز پیدا کیا ہے کہ کہ اس کی روشنی نے مجھے سرو چراغاں christmas tree بنا دیا ہے۔ یعنی شجر عید میلاد۔

وسعتِ مشرب چہ دنیائے فراخ بودہ است
چون فلک در گردشِ ساغر جہانی یافتم

وسعت ِمشرب ایک وسیع دنیا ہے فلک کی طرح ایک ساغر کی گردش سے دنیا دیکھ لیتا ہو۔ ساغر سے مراد پیالہ اور آفتاب ہے

جان دادہ اند بسکہ غریبان درین دیار
یک سنگِ راہ نیست کہ لوح مزار نیست

دیارِ محبت میں لوگوں بے اتنی جانیں دی ہیں کہ اس راہ کا ہر پتھر لوح مزار بن گیا ہے۔

حیف دردی کہ بخود ننگِ مداوا برداشت
بہر جانی نتوان نازِ مسیحا برداشت

اس ایک جان کے لئے مسیحا کا ناز نہ اٹھانا چاہئے وہ درد قابل افسوس جو اپنے لئے علاج کا ننگ برداشت کرے۔

حرفی نہ گفت نامہ برم از زبانِ یار
شرمت نیامد از دلِ امید وارِ من

نامہ بر شرم نہیں آئی کہ میرا دل رکھنے کے لئے محبوب سے منسوب کر کے اپنی طرف ہی سے کچھ کہہ دیتا۔

کجا صفہای مژگان را درونِ دیدہ جا باشد
تہی از بوریا ہم خانۂ اہل صفا باشد

مژگانوں کی صفوں کو آنکھ کے اندر جگہ نہیں مل سکتی اہل صفا کا گھر بوریے سے خالی ہوتا ہے۔

یاد آن ذوق کہ مظہر بدمِ تیغ کشی
سینہ می سودی و تسکین جگر می کردی۔

وہ ذوق کے دن بھی کیا دن تھے جب مظہر محبوب کی تیغ سے (شہادت کے شوق میں) اپنا سینہ رگڑتا تھا۔

خریطۂ جواہر میرزا مظہر کا مشہور انتخاب کلام فارسی شعرا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے دلی کی شعرا پر فارسی شاعری کے اثرات سب سے زیادہ پڑے۔ میر و غالب کے دواوین میں متعدد اشعار میں فارسی اساتذہ کے فکر و فن کی باز گشت سنائی دیتی ہے۔ دلی میں اردو فارسی شاعری کی روایت پرانی ہونے کے ساتھ مضبوط و مستحکم دکھائی دیتی ہے۔ فارسی شعرا میں شیخ سعد اللہ گلشن سراج الدین خان آرزو آنند رام مخلص وغیرہ نے اس روایت کو توسیع دی۔ اردو کے بڑے شعرا میر تقی میر، سودا، ذوق، غالب وغیرہ کا معیار بھی فارسی شاعری کی بدولت قائم ہوا۔ ہندوستان کے کئی مشاہیر صدر الدین آزردہ، امام بخش صہبائی سے لے کر شبلی نعمانی اور محمد حسین آزاد وغیرہ ناقدین و شعرا فارسی ادب سے وابستہ رہے۔ خریطۂ جواہر نامی یہ منتخب کلام میرزا مظہر نے میر غلام علی بلگرامی کی فرمائش پر مرتب کر کے بھیجا تھا۔ یہ انتخاب پہلا اور نیا نہیں۔ میرزا مظہر سے پہلے محمد افضل سرخوش نے تقریباً پچاس سال پہلے معروف انتخاب و تزکرہ کلمات الشعرا مرتب کیا۔ جو بڑا ادبی کارنامہ ہے۔ ممکن ہے کہ میرزا مظہر نے پرانے سبھی تزکروں سے استفادہ کیا ہو۔ میرزا بذات خود اعلی پائے کے شاعر تھے اور بہترین سخن

شناس بھی۔

خریطہ جواہر دیگر تذکروں کی طرح بیجا پھبتیوں سے پاک ہے اس میں شعرا کے حالات کے بجائے انکے کلام کو ہی انکی پہچان ٹھہرایا گیا ہے ۔اس طرح میرزا نے اپنی عالی ظرفی کا دیتے ہوئے نہایت ہوشمندی اور سنجیدگی سے کام لیا ہے میرزا خان آرزو کی طرح ذاتیات یا جانب داری یا برہنہ گفتن سے کام نہیں لیتے نہ ہی محمد حسین آزاد کی ادھر اُدھر کی ہانکتے ہیں ۔بلکہ انکے انتخاب کا معیار جادو کی طرح سر چڑھ کر بولتا ہے ۔مشک آن است کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید۔

اوپر سطور میں پیش کئے گئے میرزا مظہر اشعار حرد حرف میرے بیانات کی تایید کرتے ہیں ۔مزید میرزا کے منتخب اشعار سے انکے پختہ ذوق اور بے پناہ شوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔اس سلسلہ میں شاہ معین کا انتخاب خریطۂ جواہر میری نظر سے گذرا ہے۔

اولیت کے اعتبار سے لائق تحسین ہے ۔لیکن اس انتخاب میں زائد از ڈیڑھ سو اشعار میں متن کی غلطیاں سرزد ہوگئیں ہیں ۔میں نے ان کی تفصیل مرتب کی تھی مگر بیجا طوالت کے خوف سے پیش لفظ میں شامل نہیں کیا۔ حیرت کی بات ہے شاہ معین الدین کے انتخاب خریطۂ جواہر میں اصلی نسخۂ خریطہ جواہر کے بہت سے اچھے اشعار چھوٹ گئے ہیں ۔شاید انہوں نے یہ انتخابِ انتخاب اپنے ذوق کے مطابق کیا ہے ۔اس کے برعکس میں نے ایسے بیشمار اشعار جنہیں شاہ معین الدین نے نظر انداز کیا تھا۔ زیر نظر انتخاب خِریطۂ جواہر موسوم بہ ''سرمۂ مفتِ نظر'' میں شامل کر دیا ہے ۔اس طرح دو سو چرانوے شعرا کے کلام کا حسین مرقع کہیے یا پھر خوبصورت گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے۔

آخر میں کشمیر کے معروف عالم ادیب ،شاعر و مفسر قرآن محترم بشیر منگلواری کا شکر

گزارہوں کہ انھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کو ایک طرف رکھ کر زیرِنظر کتاب کی پروف ریڈنگ کی۔موصوف اردو اور فارسی زبان پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔اور انھوں نے اس کارخیر میں جس دیدہ دلیری اور بیباکی سے کام لیا ہے وہ مبارک کا مستحق ہے۔ مزید میں کمپوزر محترم مسعود عالم کا بھی شکرگذار ہوں کہ انھوں نے تندہی سے فارسی اشعار کی ایڈیٹنگ کر کے اپنی اہلیت کا بہتر جواز و دلیل فراہم کی ہے۔

خریطۂ جواہر کے بعض خوبصورت اشعار ملاحظہ کریں۔جن سے میرزا مظہر کے اعلیٰ ذوق و بے پناہ شوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے :

بہ دشنام دگر امیدوارم
چہ خواہی عذر دُشنام گذشتہ

طالب آملی

غالب نے اس خیال کو یوں توسیع دی ہے:

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

غالب

زانگشتم نسیمِ غنچۂ فردوس می آید
نمی دانم سحر بندِ گریبان کہ وا کردم

طالب آملی

پیوند دوستیِ تو زان پارہ می کنم
تا باز دوزم و بتو نزدیک تر شوم

حافظ

سرِ دیوانگی سلامت باد
رازِ ما را چہ پردہ پوشی کرد
شیخ سعد اللہ گلشن دہلوی

برادرانہ بیا قسمتی کنیم رقیب
جہان و ہر طہ درو ہست از تو یار از من
مرتضیٰ راہی

دیوانہ براہی رود طفل براہی
یاران مگر این شہرِ شما سنگ ندارد
خالص

می باقی و مہتاب باقی ست
مارا بتو حساب باقی است
نسبتی تھانیسری

پس از عمریکہ بامن گفت از راہِ وفا حرفی
چنان گشتم ز خوشحالی کہ آنرا ہم نہ فہمیدم
حاجی اسمعیل یحییٰ

ایک عمر کے بعد اس نے مجھ سے محبت بھرا لفظ کہا میں خوشی سے ایسا لوٹ پوٹ ہوا کہ وہ بھی بھول گیا۔

دستی کہ عنانِ خویش گیرد
امروز در آستین کس نیست
یمینی

وہ ہاتھ جو اپنی لگام خود پکڑے یعنی خود اپنا کفیل ہو آج کل (تساہل پسندی کے دور میں) کسی کی آستیں میں نہیں ہے۔

ز خنجرش دلِ عاشق نمی شود سیراب
چو باغِ تشنہ کہ آنرا بدست آب دہند

میر یحیٰ کاشی

محبوب کے خنجر سے عاشق کا دل سیراب ہی نہیں ہوتا جیسا کہ خشک زمین باغ پانی سے سیراب نہیں ہوتی۔

زخمِ دل دیدنش نہ از رحم است
جای پیکانِ خویش می بیند

میر یحیٰ کاشی

وہ میرے زخم دل کو رحم دلی سے نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو اپنے تیر کی جگہ یا گہرائی دیکھتا ہے۔یعنی وہ زخم کی گہرائی سے اپنے تیر کی کارکردگی جانچتا ہے۔

بروزِ درد وغم دوری ز یار و آشنا بہتر
چوعضوی دردمند افتاد از اعضا جُدا بہتر

میر یحیٰ کاشی

دردوغم کے روز یاروآشنا سے دوری بہتر ہے جس عضو میں درد یا infection ہو اس کو دوسرے سے دور ہی رکھنا چاہیئے۔

پروانہ بِی ملاحظہ در عشق کار ساخت
من حرفِ ہمنشین بعَبَثِ گوش کردہ ام

محمد یوسف حرباذلی

پروانہ نے بے خطر یا بے دیکھے ہی عشق کا کام پورا کر لیا میں نے واعظ (ہمنشین) کی نصیحت کو فضول ہی سنتا رہا۔ بے خطر کود پڑا

اقبال بہ بیند کہ آن دشمن جانہا
نیکی نہ کند باکس و بدخواہ ندارد

اس معشوق کی اقبال مندی دیکھیں کہ کسی سے اچھائی نہیں کرتا اس کے باوجود اس کا کوئی دشمن نہیں۔

الغرض خریطہ جواہر ایسی کتاب ہے ایسے کاٹ دار اشعار سے بھری پڑی ہے۔

میں نے کوشش کی ہے اور ہر اچھا شعر مع ترجمہ زیر نظر انتخاب ''سرمۂ مُفتِ نظر'' میں شامل کر دیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کو یہ انتخاب پسند آئے گا اور ان کے جمالیاتی ذوق کی تسکین کے سامان فراہم کرے گا اور اگر کہیں تسامح سرزد ہوا تو اس کی نشان دہی ضرور کریں۔ اسے امید کے ساتھ

المخلص
غنی غیور

خریطۂ جواہر

۱۔ حکیم انوری

چنان ترسد دل از ہجران کہ گویی
شبِ ہجرِ تو ام روزِ وفات است
جدائی سے دل کس قدر خائف ہے گو تا شب ہجر موت ہے ۔

....

۲۔ ابوالفاخر رازی

چند چین کنی ابرو ستم آغاز کُنی
خندہ ی زن کہ گرہ از دلِ ما باز کنی
چیں برجبیں کیوں ہوتے ہو ۔تم ہنسو کہ میرے دل کی گرہ کھل جائے ۔

....

۳۔ شیخ اوحدی

ای صبا باز آمدن دوراست یوسف را زمصر
باز گو تا بوی پیراہن بکنعان کی رسد
اے صبا مصر سے یوسف کا آنا محال ہے مجھے پھر بتاؤ کہ اس کی قمیض کی خوشبو کب آئے گی ۔

۴۔ امیدی رازی

کاش گردون از سرم بیرون برد سودای تو
یا مرا صبری دہد چندانکہ استغنای تُو

کاش فلک مجھے صبر دیتا یا دل سے تیرا عشق ہی نکل جاتا۔

خوش آنکہ بندِ گریبان بناز باز کنی
نظر دران تن نازک کنی و ناز کُنی

خوش قسمت وہ ہے جو ناز سے تیرے بند قبا کھولے۔ اوراس کے نازک بدن پر نظر ڈالے اور فخر محسوس کرے۔

....

۵۔ ابدال صفاہانی

دوش آمد ناصحی سوی ملامت خانہ ام
گفت عاقل میشوی گفتم مگر دیوانہ ام

کل ناصح میری ملامت کرنے آیا تھا اس نے کہا عقل کے ناخن لے میں نے کہا میں دیوانہ ہوں ۔یعنی میں نے اسکی نصیحت کو کان ہی نہیں دیا۔ اور دیوانہ پر داروگری نہیں آتی

....

۶۔ قاضی ابوالبرکت سمرقندی

درین چمن منم از بلبلانِ زار یکی
دلی بزاریِ من نیست از ہزار یکی

میں اس چمن کے روتی ہوئی بلبوں سے میں سے ایک ہوں میرے دل کی بیزاری کو ہزاروں میں کوئی ایک بھی نہیں پہنچ سکتی۔

۷۔ انور بخاری

شاید کہ بہ بینم سرِ خود در قدمِ او
خواہم کہ شوم کشتہ بہ تیغِ ستم او

میں چاہتا ہوں کے محبوب کے تیغ ستم سے قتل ہوجاؤں شاید اس طرح میرا سر کٹ کراس کے قدموں پر آجائے۔

....

۸۔ اہلی خراسانی

تابوت من آہستہ ز کویش گذرانید
چون نیست امیدم کہ بیایم دگر آنجا

میرا تابوت میت اس کے کوچہ سے آہستہ گزارنا کیونکہ مجھے وہاں دوبارہ آنے کی امید نہیں۔

مائیم و صد ملامت و از دور یک نگاہ
آنہم چون بنگری سببِ صدالم شَود

ہم ہیں ہیں اور صد ملامت، دور سے تیری ایک اچٹتی نظر جب ہم پر پڑتی ہے وہ بھی ہمارے لئے موجب صد غم والم ہے۔

بہ گلگشت چمن سروی نداد از قامتش یادم
کہ ہمچون سایہ بیخود گشتہ در پایش نیفتادم

معشوق کے گلگشت کے دوران سرو، سایہ ہو کر معشوق کے قدموں میں گر پڑا اور اسنے اپنے قد کی نفی کر دی۔

یعنی سرو میرے معشوق کو دیکھ کر اپنی بلندئی قد کے دعوٰی سے دست بردار

ہوگیا۔

ترا چندانکہ آن مہ ساخت پامال ِ جفا اہلی
تُو باز از شوقِ او چون سبزہ سر از خاک بر گیری

ترجمہ اے اہلی تجھے جفا کیش معشوق جتنی بار مرضی پامال کرے۔تو سبزے کی طرح شوق سے باز نہ رہنا اور ہر بار خاک سے سر نکالنا۔

....

۹۔ اہلی شیرازی

امروز عیان شُد کہ نداری سرِ اہلی
بچارہ بمہرِ تو غلط داشت گمانہا

آج واضح ہوا ہے کہ اے اہلی تو سر ہی نہیں رکھتا۔تیری محبت کے بارہ میں وہ غلط گماں رکھتے تھے۔

صبر تلخست دوای من خونین جگری
داروئِ دردِ من از دردِ جگر سوزان تر است

صبر تلخ ہے میرے لہولہو جگر کی دوا، دردِ جگر کے بڑھنے سے ہی ممکن ہے

بقول غالب

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

عجب کہ شمعِ شبی در سرای من سوزد
من آن نیم کہ کسی از برای من سوزد

خواہد بخشم و نار شَود کم محبتم
غافل کہ این کرشمۂ محبت فزون کند

معشوق اس لئے مجھ پر غصہ کرتا ہے کہ اس سے میری محبت کم ہو جائے گی مگر اس کو پتہ نہیں کہ یہ ادا، محبت اور بڑھا دیتی ہے۔

چو یار رختِ سفر بست من چکار کنم
وداعِ عمر کنم یا وداعِ یار کنم

جب دوست نے رخت سفر باندھا تو میرا کیا کام رہا میں دوست کو وداع کروں یا زندگی کو۔

شرمندہ زآسمان و زمینم کہ بہرِ تُو
تا کی بسجدہ اُفتم و تا کی دعا کنم

تمہارے اتنے سجدے کئے ہیں اور اتنی بار دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہیں کہ اب آسمان و زمین سے شرم آنے لگی ہے۔

اکنون کہ تنہا دیدمت لطف آرد آزاری مکن
تلخی بگرسنگی بزن تیغی بکش کاری بکن

بچہ اندیشہ ام از خاطر ناشاد روی
چہ بخاطر بگزارنم کہ تو از یاد روی

تو کس خیال سے میرے دل سے نکلا جاتا ہے جب تیری یاد ہی دل سے نکل جائے گی تو اس میں کیا رہ جائے گا یعنی یہ برباد ہو جائے گا۔

یامن ناصبور را سوی خود از وفا طلب
یاتو کہ پاکدامنی صبر من از خدا طلب

مجھ ناصبور کو محبت سے اپنی طرف بلالے اگر تو پاکدامن ہے تو میرے لئے صبر کی دعا کر۔

درد تو می کشد مرایا بہ کرم دوا کنش
یا قدری فزون ازین تا نکنم دوا طلب

تیری محبت مجھے کھینچتی ہے مہربانی کرکے اسکا علاج کر۔ یا مجھے ایسی قدرومنزلت دے کہ میں دوا کی طلب ہی نہ کروں۔

خواب و خیال می برد در پی وصل تو مرا
فکر محال می کند مفلس کیمیا طلب

خواب و خیال مجھے تیری وصل کے درپئے رکھتا ہے۔کہاں یہ مفلس کہاں وہ کیمیائے سعادت؟

....

۱۰۔ آہی

از دو چشمت در دلم صد فتنہ پیدا شود
مجلسی کانجا دو بدمستند غوغا می شود

تیری دو آنکھوں نے دل میں سوفتنہ برپا کردیا۔جس مجلس میں دو بدمست ہوں ہنگامہ کھڑا ہوجاتا ہے۔

روز ہجرم یادِآن لعل شکر خا میکشد
خستہ را چون شد اجل پیدا مسیحا میکشد

خوش آن مجلس کہ آنجا توبہ خود چوں کنم ظاہر
مرا ساقی گریبان گیرد و می در گلو ریزد
وہ کیا خوب مجلس تھی کہ جب میں وہاں توبہ کا اظہار کرتا تھا تو ساقی میرا گریبان پکڑ کر خود اپنے ہاتھوں سے میرے منہ میں شراب انڈیلتا۔

....

۱۱۔ آہی مشہدی

خوش آنکہ جان سپرد بوصل نگارِ خویش
دیگر بروزِ ہجر نینداخت کارِ خویش
اچھا وہی ہے کہ وصل کے وقت ہی عاشق جان دیدے۔ اور مزید فراق کے دن سے واسطہ ہی نہ پڑے۔ یعنی فراق موت سے بدتر ہے۔

....

۱۲۔ میر ابوالحسن فریانی

خوشم بسنگدلی ہای او کہ درد مرا
دل ار نہ سنگ بوَد طاقتِ شنیدن نیست
میں اس محبوب کی سنگدلی سے خوش ہوں اگر اس کا دل پتھر نہ ہوتا تو میرا غم سننا مشکل ہوتا۔

نگویم حالِ دل ز حال من کو بیخبر باشد
بہ بی دردان بیانِ دردِ دل، دردِ دگر باشد
بے خبر لوگوں کو درد دل نہیں بتاتا ہوں بے دردوں کو دردِ دل بتانا ایک اور دردِ سر ہے۔

۱۳۔ شیخ ابوالقاسم

بر لوحِ دل چو تختۂ تعلیمِ کودکان
ہر حرفِ آرزو کہ نوشتم خراب شُد

دل کی تختی پر جو حرف آرزو لکھا وہ بچوں کے بلیک بورڈ پر لکھی ہوئی عبارت کی طرح مٹ گیا۔

زمعجزہای عشقت اینکہ شب ہا در سرِ کویش
نگاہِ بام و در را لذّتِ دیدار می باشد

ترے عشق کا یہ معجزہ ہے کہ راتوں کو تیرے تیرے کوچہ کے بام و در (بھی) سے لذت دیدار ملتی ہے۔

....

۱۴۔ احمد دیلمی

میسر کی شَوَد از وصل تُو ای آرامِ جان مارا
کہ از خویشان ترا بیم ست و از بیگانگان مارا

وصل کیسے ہوسکتا ہے کہ تجھے اپنوں کا ڈر رہتا ہے اور مجھے بیگانوں کا خوف۔

....

۱۵۔ میر احسنی یمنی احولی

طُرفہ حالیست کہ آن آتشِ سوزان ز برم
زودتر می رود و دیر ترم می سوزد

عجیب حالت ہے وہ آتش سوزاں سینے سے جلدی نکلتی ہے اور دیر تک جلاتی ہے۔

۱۶۔ خواجہ آصفی

قاتل من چشم می بندد دمِ بسمل مرا
تابماند حسرتِ دیدارِ او در دل مرا

تُو ہم در آینہ حیرانِ حُسنِ خویشتنی
زمانہ ایست کہ ہر کس بخود گرفتار است

تو آئینہ دیکھ کر اپنے حسن پر آپ حیران ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں زمانہ میں ہر آدمی اپنے آپ میں گرفتار ہے۔

ز انگشتم نسیمِ غنچہ فردوس نی آید
نمیدانم سحر بندِ گریبان کہ وا کردم

میری انگلیوں سے غنچۂ فردوس کی خوشبو آ رہی ہے کیا پتہ صبح کس کا بند قبا کھولا تھا۔

بتان کہ نسبتِ رخسارِ خود بماہ کنند
ز شرمِ روی تُو در یک دِگر نگاہ کنند

حسینوں نے اپنے رخساروں کی نسبت چاند سے کر دی اور تجھے دیکھکر شرم سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

....

۱۷۔ طالب آملی

بسوی خویشتن از لطف گستاخانہ کش دستم
کہ من بسیار محجوبم ہم آغوشی نمیدانم

ایک ناتجربہ کار عاشق التجا کرتا ہے کہ تو بیباکی سے میرا ہاتھ اپنی طرف کھینچ لے کہ میں بہت شرمیلا ہوں ہم آغوشی کا چیز ہے مجھے کچھ پتہ نہیں۔

چو در خوابم در آیی بختِ بد از بہرِ محرومی
مرا بیدار می سازد کہ یار آمد چہ خوابست این
جب کبھی تو خواب میں آتا ہے تو مرا بدخت یہ کہہ کر مجھے جگا دیتا ہے کہ محبوب آ گیا ہے یہ کونسے سونے کا وقت ہے۔

بدُشنام دِگر امید وارم
چہ خواہی عذرِ دشنام گذشتہ
تو پہلی گالی کا عذر چاہتا ہے۔ میں نئی گالی کا امیدوار ہوں (یعنی محبوب کی دشنام میں لطف ہی لطف ہے)۔

ای جنس وفا چون تُو متاعی بجہان نیست
عیب تو ہمین است کہ در کشورِ مایی
اے جنس وفا تجھ جیسی دولت دنیا میں نہیں تیرا یہی ہے تو میرے جہان میں نہیں۔

زمن پرسید راہ و رسمِ شہرستانِ رُسوایی
کہ چون فرہاد و مجنون نیستی کوہی و صحرایی
مجھ سے رسمِ وفا کے شہر کے بارہ میں پوچھو کہ (میرا دل) فرہاد و مجنوں کی طرح صحر کا رہنے والا نہیں۔

....

۱۸۔ میراختری یزدی

ہلاکم می کند در عشقبازی رشکِ پروانہ
کہ گاہی رخصتِ بر گردِ سر گردیدنی دارد
عشق بازی میں پروانہ کا شمع کے سر کے گرد چکر کاٹنا قابل رشک ہے اور اسی وجہ سے عاشقوں کو ہلاک کرتا ہے۔

....

۱۹۔ شاہ اسمعیل صفوی

بیستون نالۂ زارم چون شنید از جا شُد
کرد فریاد کہ فرہادِ دگر پیدا شُد

بیستوں پہاڑ نے جب میرا نالہ وشیون سنا تو وہ اپنی جگہ سے کھسک گیا اور اس نے فریاد کی دوسرا فرہاد پیدا ہوگیا ہے۔

....

۲۰۔ میر باقر اشراق

ہیچ کس مُنکرِ جمالِ تُو نیست
نیست حاجت کہ خط برون آری

کوئی تیرے جمال کا منکر نہیں خط وخال کے بھی لانے کی چنداں ضروت نہیں۔

تکلف سے بری ہے حسن ذاتی
قبائے گل میں گل بوٹا کہاں ہے

حیدر علی آتش

....

۲۱۔ اقدسی

بپای ناقہ خروشان دلِ شکستہ کیست
کہ این صدا بصحرای جرس نمی ماند

ناقے کے پاؤں پر یہ کس کا دل شور کرتا ہے۔ کہ یہ صدا تو دشت گھنگھرو کی صدا نہیں لگتی ہے۔

....

۲۲۔ نجم الدین انیس شاملو

قاصد ادای نامہ تواند نہ عرضِ شوق
حیف از زبان کہ بالِ کبوتر نمیشود

قاصد نہ تو عرض شوق ہے تجھ میں نہ ہی نامہ پڑھ کر سنانے کی ادا، افسوس اس زبان پر جو کبوتر کے پر کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتی۔

....

۲۳۔ میر نظام

لذتی از تیغ اور دارم کہ چاکِ سینہ ام
چون خمار آلودہ نتواند لب از خمیازہ بست

میرے سینے پر اس کی تیغ کا زخم اتنی لذت دیتا ہے کہ جس طرح خمار آلودہ شخص جماہی سے منہ بند نہیں کرسکتا۔ یعنی اس کے ہاتھ سے لگا کھلا زخم مزہ دیتا ہے۔

....

۲۴۔ خواجہ افضل پیکر

چو ز بیمِ غیر گشتن نتوان بگردِ کویش
سرِ جانِ خویش گردم کہ دروست آرزویش

چونکہ غیر کے ڈر سے محبوب کے کوچے میں جانا مشکل ہے۔ اس لئے میں اپنے اندر کی سیر کرتا ہوں کہ مدعا ہیں پر ہے۔

از آہِ حسرتم جگرِ شعلہ آب شُد
وز آتش دلم دلِ آتش کباب شدہ

میری حسرت بھری آہ سے شعلے کا جگر پانی ہوا اور میرے دل کی آگ سے آگ کا دل کباب ہوا۔

چندین قفس ز شوخیِ بال و پرم شکست
آواز کجا نصیبِ من این اضطراب باشد
کتنے قفس میرے بال کی شوخی سے ٹوٹ گئے آواز بلند کرنا میرے نصیب میں کہاں ۔البتہ اضطراب ہی میرے حصہ میں آیا۔

....

۲۵۔ حکیم الٰہی شیخ الزمان

راز نہانِ محمل او می توان شنید
افغان کہ با زبانِ جرس آشنائیم
میں اسکے محمل کا راز نہاں سن سکتا ہوں لیکن افسوس زبانِ جرس سے نامحرم ہوں ۔

....

۲۶۔ ادمائی صفاہانی

کشیدۂ زمیان تیغِ آبدار بکینم
مرا بہ تیغ مترسان کہ من ہلاکِ ہمینم
اس نے دشمنی سے تیغ آبدار کو کمر سے کھینچا۔ مجھے تیغ سے مت ڈرا کہ میں اسی یعنی کمر کا مارا ہوا ہوں ۔

....

۲۷۔آفت منشی

مرد را طالع بدولت میرساند نی ہنر
گنج را خسرو ربود و رنج را فرہاد برد
طالع یعنی نصیب دولت سے حاصل کیا جاتا ہے نہ کہ ہنر سے ۔خسرو پرویز نے خزانہ پالیا اور فرہاد کو رنج نے آلیا۔

۲۸۔ امیر بیگ

بعد از وفات ہر قلم اُستخوانِ ما
سربستہ نامہ ایست بنا مہربانِ ما
میری وفات کے بعد میری ہڈیوں کا ہر قلم محبوب کے نام مہر لب خط ہے

....

۲۹۔ مرزا بیگ قرائی

فرصتم کی شد کہ آرم دامن وصلش بکف
از گریبان دست اگر برداشتم بر سر زدم

مجھے اس کے دامن وصل کو پکڑنے کی فرصت کب ملی۔ گریباں ہاتھ سے چھوڑتا تو سر پیٹتا تھا۔

....

۳۰۔ مرزا مخدوم اشرف

خدا را یک زمان بردار از رخ پردہ ای لیلیٰ
کہ ناصح بر ملامت می کند مجنونِ شیدا را
اے لیلی ایک پل کے لئے اپنے چہرہ سے نقاب ہٹا کہ ملامت کرنے والے ناصح کو بھی تیرے حسن کا اندازہ ہو جائے۔

....

۳۱۔ میر آشوب

ہر داغ زیر پنبہ شہیدیست در کفن
صحرای کربلاست سراپای سینہ ام

ہر زخم پر لگائی گئی روئی کے نیچے کفن میں ایک شہید ہے میرا سینہ سراپا کربلا کا میدان ہے۔

....

۳۲۔ افضل سرخسی

در فراقِ تو من خستہ بجانم چہ کنم
زیستن مشکل و مُردن نتوانم چہ کنم

تیرے فراق میں میں بیچارہ جان کو کیا کروں۔جینا مشکل اور مرنا بھی دشوار ہے۔

....

۳۳۔ مرزا جلال اسیر

آنکہ گرداند ز ما دانستہ راہِ خویش را
کاش می آموخت برگستن نگاہِ خویش را

وہ محبوب کہ اپنی راہ مجھ سے جدا کر رہا ہے۔کاش وہ اپنی نگاہ کو ہٹانا سیکھتا یعنی وہ نگاہ جو اس نے مجھ پر ڈالی تھی۔

پس از عمری نگاہی گر بسویم کرد جا دارد
شہیدِ زخمِ شمشیرِ تغافل اجر ہا دارد

تو نے ایک عمر کے بعد اگر مجھے دیکھا تو ٹھیک ہی کیا تیری شمشیر کے شہید کا کچھ اجر تو بنتا ہے۔

دل را چگونہ منعِ محبت کند کسی
گیرم کہ بشنوَد چہ نصیحت کند کسی

دل کو کیسے محبت سے منع کرے کوئی مانا کہ وہ سن بھی لے مگر نصیحت کیا کرے کوئی۔

گشتم غبار و از سرِ کویش نمی رَوَم
دیگر چہ خاک بر سرِ طاقت کند کسی

میں غبار ہوا مگر اس کے کوچہ سے نہیں نکلا۔ اس سے بڑھ کر طاقت کے سر پر کونسی خاک ڈالی جائے۔ کمال اظہار بے بسی کیا ہے۔

....

۳۴۔ اوجی نظری

ما حریف این قدر بارِ تعلّق نیستم
می بزور این رنگ را بر چہرۂ ما بستہ است

میں اس قدر تعلق کے بوجھ کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ رنگ زور و زبردستی سے میرے چہرہ پر مل دیا ہے۔

دستِ امیدم ز دامان زمین ہم کوتہ است
از غبارِ خاطرِ خود خاک بر سر می کنم

میرا دست امید زمین کی دامن تک نہیں پہنچتا۔ اس لئے اپنے دل سے غبار اٹھا کر اپنے سر پر ڈالتا ہوں۔ اوجی نظری کے اسی شعر سے ابولکلام آزاد نے اپنی مشہور کتاب غبارِ خاطر کا نام لیا ہے۔

گر بیخود آمدیم بکوی تُو دور نیست
فرصت نیافتم کہ خود را خبر کنیم

....

۳۵۔ مرزا ابوالحسن شیرازی

خوش آنکہ در قدَمت رُو دہَد شہادتِ من
نشانِ پای تُو گردد نشانِ تُربتِ من

کیا ہی اچھا ہوتا کہ کہ میں تیرے قدموں میں جان دیتا تیرا نشان پا میری تربت کی جگہ یا نشان بنتا۔

....

۳۶۔ مرزا محمد اکبر قزوینی

بتمکینی غمش در دل نشستہ
کہ گر وصل آید از جا بر نہ خیزد

اس کا غم دل میں ایسا جم کر بیٹھا ہے کہ اگر وصل کا موقع بھی آجائے تو یہ نہیں ہلتا۔

....

۳۷۔ مرزا ابراہیم ادہم

خدا کہ خواریِ اہلِ وفا نخواستہ شُد
چرا تو خواستہ باشی خدا نخواستہ باشد

خدا تو اہل وفا کو خوار نہیں کرنا چاہتا (مگر) تو نے کس لئے اپنے عاشق کو خوار کرنا چاہا خدانخواستہ وہ خوار ہو جائے۔(تو خدا کے آگے کیا جواب دو گے)

برای نثارت زشرمندگی ہا
اگر جان نمیداشتم مردہ بودم

اگر میں تجھ پر جان قربان نہ کرتا تو میں مرگیا ہوتا یعنی تجھ پر زندگی نثار کرنے سے میں زندۂ جاوید ہو گیا ہوں۔

....

۳۸۔ ظفر خان احسن

این سخن از پیر کنعانم بخاطر ماندہ است
دیدنِ روی عزیزان چشم روشن میکند

۳۹۔ عنایت خان آشنا

یکبار آستانِ تو بوسہ دادہ ایم
با ما ہنوز دشمنیَ آسماں بجا است

میں نے ایکبار تیرے آستانہ کو بوسہ دیا تھا میرے ساتھ اسی بات پر اب تک آسمان کی دشمنی ہے۔

....

۴۰۔ مرزا اسیر رازی

قاصد رقیب بودہ و من غافل از فریب
بیدرد مدّعای خود اندر میانہ ساخت

قاصد رقیب تھا اور میں اسکے فریب سے غافل۔ اسنے میرے نامہ میں اپنا مقصد شامل کر دیا۔

....

۴۱۔ شفیعائی اثر

اکنون کہ گفتہٴ نظری ہست با منش
ای روزگار فرصتی ای مرگ مہلتی

اب جبکہ اُس نے کہا کہ وہ مجھ پر مہرباں ہوا ہے اے زمانے تھوڑی فرصت دے اے موت ذرا مہلت دے۔

....

۴۲۔ مرزا عبداللہ الفت

شبی کہ داغِ تو سوزم چو شمع میخواہم
کہ بافتیلہ شَوَد زندگی تمام مرا

میں شمع جیسا سوز اپنے دل میں چاہتا ہوں تاکہ فتیلے کی طرح ایک رات میں ہی زندگی ختم ہو جائے۔

....

۴۳۔ محمد سعید اشرف

در سرِ دل ہوَسِ آن قد و قامت افتاد
باز دیدار من و دل بہ قیامت اُفتاد

دل کو اس کے قد و قامت کی ہوس ہے یہ لذت دیدار کے بعد دل کس قیامت کی زد پر ہے۔

....

۴۴۔ قزلباش خان امید

شمشیرِ جور و خنجرِ کین میکشی چرا
قطعِ امید از تُو ازینہا نمی شود

تو یہ جو شمشیر جور اور کینہ کا خنجر چلاتا ہے تجھ سے یہ امید تو نہ تھی۔

بودیم بدوستیش خرسند
این نیز نصیبِ دشمنان شد

میں تیری دوستی سے بہت خوش و خرم تھا یہ کہ وہ دشمنوں کا نصیب ہوگئی۔

گفتی کہ بیکبوسہ کنم کامِ تو شیرین
قربانِ دہانِ تو بگو بارِ دگر ہم

تو نے کہا ایک بوسہ سے تیرا منہ میٹھا کر دوں گا تیرے دہن پر قربان ایکبار پھر یہ کہہ دے۔

رقیب دیدۂ ما ہم بسُرمہ محتاج است
بخاک پای کسی چشم خود سیاہ مکن

اے رقیب میری آنکھ بھی سرمہ کی محتاج ہے۔کسی کے پاؤں کی خاک سے اپنی آنکھ مت کالی کر۔رقیب پر طنز کی ہے۔

....

۴۵۔ شاہ فقیر اللہ آفرین

آفرین دستی کہ وامیکردن آن بندِ قبا
حلقہ امشب بر درِ چاکِ گریبان میزند

....

۴۶۔ سراج الدین آبرو

نماند ہمچو حنا بہیچ اختیار مرا
سُپرد بستہ بدستِ تُو روز گار مرا

حنا کی طرح کوئی اختیار نہیں مجھے زمانہ نے تیرے ہاتھوں میں دیدیا ہے۔

....

۴۷۔ شیخ آذری

ز ہولِ روزِ حساب آذری چہ می ترسی
تو کیستی کہ درآن روز در حساب آیی

آذری تجھے کیوں قیامت کا خوف ہے توکس شمار میں ہے کہ اس دن تیرا حساب لیا جائے گا۔

آنچہ می بایست آخر با تواوّل سر کنم
اضطرابِ دل مُرا پیشِ تُو رُسوا میکند

۴۸۔ ابولفرج رونی

درست گشت کہ جانِ منی باین معنی
کہ تا زمن بہ گسستی بمن نہ پیوستی

اس معنی میں تجھے جان کہنا درست ہے کہ جس طرح جان لوٹنے کے بعد نہیں لوٹتی۔

....

۴۹۔ مقیمائی دہقان

در خلوتیکہ بندِ قبای تو وا شَود
بی اختیار آینہ دستِ دعا شَود

جس خلوت خانہ میں تیری قبا کا بند کھلتا ہے، آئینہ وہاں دستِ دعا ہو جاتا ہے۔

....

۵۰۔ اختری

از ہجومِ چغد در ویرانۂ ما جا نماند
آنچنان آباد شد آخر کہ ما می خواہم

میرے ویرانہ نالہ وفغاں اس قدر آباد ہے کہ الو کا شور شرابہ بھی سنائی نہیں دیتا۔

....

۵۱۔ محمد امین خان میر جملہ

کنارِ جوی ازین مشتِ استخوان شدہ اند
سگانِ آن سرِ کویش مزاج دان شدہ اند

یہ مشت استخوان جو کنار جو لگی ہیں اس کوچے کے کتے میرے مزاج سے واقف ہیں

....

۵۲۔ خواجہ شہاب الدین عبداللہ بیانی

خوش آن زمان کہ خطی گردِ آن عذار نبود
میانِ حسنِ تُو و عشقِ من غبار نبود

....

۵۳۔ پیر دہقانی

بسوی کعبہ روَد شیخ و من بسوی نجف
بَربِّ کعبہ کہ اینجا مراست حق بطرف

شیخ کعبہ کی طرف گیا اور میں نجف کی طرف، رب کعبہ کی قسم اس معاملہ میں میں حق بجانب ہوں۔

تفاوتی کہ میانِ من ست و او این است
کہ من بسوی گہر رفتم او بسوی صدف

مجھ میں اور اس کے درمیان واضح فرق ہے کہ میں موتی کی طرف جاتا ہوں اور وہ سیپ کی طرف

....

۵۴۔ بدیعی ثمرقندی

شبی درخواب او را با رقیبان ہم سخن دیدم
نہ بیند ہیچ کس درخواب یارب آنچہ من دیدم

رات میں نے اس کو رقیبوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے دیکھا جو ماجرا میں نے دیکھا یارب وہ کوئی عاشق نہ دیکھے۔

....

۵۵ ۔ میر عقیل بزمی

رحم ست بران بلبلِ شوریده که گل را
بیند که بچیند و ببازار فروشند

اس بلبل کی حالت رحم کے قابل ہے گلچین نے جس کے سامنے پھول کو توڑ کر بازار میں فروخت کیا۔

....

۵۶۔عبدالسلام بیانی

بیم از وفا مدار بده وعدۂ که من
از ذوقِ این نویدِ بفردا نمی رسم

ایفائے وعدہ سے نہ ڈر مجھ سے وعدہ کر کیا پتہ ہے یہ خوش خبری سن کر میں کل تک زندہ ہی نہ رہوں۔

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا.
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا.

....

۵۷۔ عبدالباقی برتری

اضطرابم نگذارد که نشینم جای
انتظارت نگذارد که ز جا بر خیزم

میرا اضطراب مجھے کسی جگہ بیٹھنے نہیں دیتا۔اور انتظار مجھے کہیں جانے نہیں دیتا۔

....

۵۸۔ میر برہان ابرقوئی

نصر آبادی

ہنوز ہست ز عشق تو خار خار مرا
بغیر خار نمیروید از مزار مرا

تیرے عشق میں ابھی تک خار خار ہوں ۔میرے مزار سے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں اگتا۔

تا رفتہ ای دلم نفسی بی تو شاد نیست
ای آنکہ ہرگزت ز من خستہ یاد نیست

....

۵۹۔ ملاباقر خوردہ فروش کاشانی

آزردہ بکنجی نہ نشیند عاشق
کز خاطرِ او سیل بصحرا رفتہ

عاشق آزدہ ہو کر کونے میں نہیں بیٹھا اس کے دل کے جوش سے صحرا میں طوفان اٹھتے ہیں۔

غم دیرینہ بدل آمد و با جانم گفت
چکنم منزل و ماوٰی دگر نیست مرا

پرانا غم لوٹ کر آیا اور میری جان سے کہنے لگا میں کسی منزل اور ٹھکانہ کو کیا کروں۔

دردِ دل ما شنیدنی نیست
مکشا سرِ داستان مارا

ہمارا درد سننے کی تاب نہ لاسکو گے ہماری داستان مت چھیڑو۔

یا رب آن سوز فگن در دلِ دیوانۂ ما
کہ کلیم آید و آتش برد از خانۂ ما
اے خدا میرے دل کو ایسا سوز وگداز دے کہ کلیم اللہ میرے گھر سے آگ لینے آئے۔

از بسکہ بہر دام فتادیم و رمیدیم
در دستِ کسی نیست کہ مُشتِ پر ما نیست
میں ہر دام میں پھنس کر بچ نکلا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ہاتھ میں میرے پر نہ ہوں۔

کند شرمندہ امتا پیش او یک لحظہ بنیشنم
پئےِ تعظیم تا پیدا شوم از دور بر خیزد
اگر میں اس کے پاس ایک لمحہ بیٹھنے جاتا ہوں تو مجھے شرمندہ کرنے کے تعظیم کے بہانے دور ہی سے اٹھ جاتا ہے۔

ما در خورِ فراغتِ وصل تو نیستم
ما را برای خاطرِ ہجران نگاہ دار
ہم تیرے وصل کے لائق نہیں ہیں تو ہمیں ہجر کے لئے محفوظ رکھ۔

دلِ کم حوصلہ بر نیم نگہ قادر نیست
چشم دارم کہ سراپائے تو نظارہ کنم
میرے پست ہمت دل کا حال یہ ہے کہ اسے ایک نیم نگاہ ڈالنے کی تاب نہیں لیکن تیرا سراپا کا نظارہ کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔

بُردن بخاک حسرَتِ دیدار مشکل است
مُردن در آرزوی تُو بسیار مشکل ست

اگر چہ کوہکن از پیشِ بیستون برداشت
ولی چہ سود کند سنگِ راہ پرویز است

لب بر لبِ من نہاد و میگفت
جانِ تو بلب رسیدہ خاموش

....

۶۰۔ محمد باقر ہروی

برگِ گل را بکفِ بادِ صبا می بینم
باغ ہم جانب او نامہ بری پیدا کرد
برگ گل کو صبا کی ہتھیلی میں دیکھا ہے باغ بھی اس محبوب کی طرف نامہ بر بھیجا ہے۔

....

۶۱۔ حاتم کاشی

چون زلیخا نگرد جانب یوسف گوید
از ازل دیدۂ یعقوب چرا کور نبود

....

۶۲۔ حزنی اصفہانی

مُرا بر سادہ لوحی ہائے حُزنی خندہ می آید
کہ عاشق گشت و چشمِ مرحمت از یار ہم دارد
مجھے حزنی کی سادہ لوحی پر ہنسی آتی ہے کہ وہ عاشق ہو کر دوست سے رحم کی امید رکھتا ہے۔

گر چہ میدانم بجز رنجش ندارد حاصلی
ہر چہ بادا باد میگویم باو دردِ دلی

....

۶۳۔ مرزا احسن دستور صفاہانی

بوَد صد بار از مرگِ جوانی تلخ تر عمری
کہ باصد گونہ حسرت بی تُو باید زیستن تنہا

....

۶۴۔ حسن بیگ مقیمی

تسلّیش نکشد آرزو اگر اینست
ہزار سالہ وصالِ تو انتظار مرا

اگر آرزو کی شدت ایسی ہے تو ہزار سالہ وصال بھی تسکین نہیں دے سکے گا اصل میں وہ بھی انتظار کے ہی مترادف ہوگا۔

صد رہ از بزمِ تو گر رنجہ رَوَم باز آیم
کششِ شوق بلائیست کہ من می دانم

اگر سو بار بھی تیری بزم سے رنجیدہ چلا آتا ہوں تو شوق کی کشش ولذت مجھے پھر وہیں لے جاتی ہے۔

....

۶۵۔ مرزا جامی

ز فریبِ وعدہ امشب نزدیم چشم برہم
کہ شبِ امّید داری درِ خانہ باز باشد

محبوب کے پُر فریب وعدہ سے آج کی رات آنکھ نہیں لگی جس روز کسی کے آنے

کی امید ہوتی ہے دروازہ کھلا رہتا ہے۔

....

۶۶۔ حضوری قمی

بجُرم آنکه نمودم بہ ذوقِ روزِ وصال
فراق آنچه بمن می کند سزای من است

وصال کے دن جو ذوق شوق میں نے ظاہر کیا فراق میرے ساتھ جو بھی کر رہا ہے وہ اسی جُرم کی سزا ہے۔

....

۶۷۔ حقیری تبریزی

صد نگه جای که او باشد بهر سو میکنم
تابتقریبِ نگاہی جانبِ او میکنم

جہاں معشوق ہوتا ہے اسکے ہر طرف سونظر دوڑاتا ہوں اور پھر بڑے اہتمام سے اسے دیکھ لیتا ہوں۔یعنی پہلے سوطرف نظر ڈالتا ہوں تاکہ کسی کو شک نہ پڑے کہ میں معشوق کو دیکھ رہا ہوں۔

....

۶۸۔خیالی گیلانی

از بس که رفو زدیم و شُد چاک
این سینه همه بدوختن رفت

رفو کرنے سے اور ہی چاک ہوگیا یہ سینہ سینے میں ہی گیا

تُو وفا با دِگران کُن که من سوخته دل
زنده از بهرِ همینم که جفای تو کشم

....

۶۹ ۔ حسن خان شاملو

صد باغ و بزم چشم براہِ منست و من
دستِ جنوں گرفتہ بویرانہ میروم

سو باغ و بزم میرا راستہ دیکھتے ہیں اور مجھے دستِ جنوں ویرانہ کی طرف کھینچتا ہے۔

امشب بہ ہیچ وجہ دلم وا نمی شوَد
گویا کہ خاطری کسی از من گرفتہ است

آج کی رات میرا دل کسی عنوان نہیں کھلتا ایسا لگتا ہے کہ کسی کا دل میری وجہہ سے آزردہ ہے۔یعنی دلگرفتی کی وجہ کسی کی دلآزاری ہے۔

چو آدمی بجہان نیست دل بمہر کی بندم
کسی ز صفحۂ خالی چہ انتخاب نماید

جب دنیا میں آدمی کا وجود ہی نہیں تو دل کا تعلّق کس سے قائم کروں بھلا سادہ صفحہ سے کوئی انتخاب کیسے کرسکتا ہے۔

ای بادِ صبا طرب فزا می آیی
از طوفِ کدامین کفِ پا می آیی

از کوی کہ برخاستہ راست بگو
ای گردِ بچشمِ آشنا می آیی

....

۷۰۔مریضی ساوجی

جنون دارد من سرگشتہ راہِ کوہ و ہامونی
کہ ہر سنگی ست فرہادی و ہر خاریست مجنون

جنوں نے مجھے کوہ وصحرا پر سرگشتہ کیا جہاں ہر پتھر فرہاد ہے اور ہر خار مجنوں کی یاد دلاتا ہے۔

....

۷۱۔ حکیم بیگ حاکم

زندہ در گور بی تو می سوزم
ہمچو اخگر بزیرِ خاکستر

تیرے بغیر میں زندہ ہی قبر میں جلتا ہوں۔ جیسے راکھ کے نیچے انگار۔

....

۷۲۔ حضوری

عشق ظالم دوست تا عاشق کشی بنیاد کرد
آنچہ با پرویز می بایست با فرہاد کرد

عشق ظالم کی حمایت کرنے والا دوست ہے۔اس نے جوسلوک پرویز سے کرنا تھا وہ فرہاد سے کیا۔

....

۷۳۔ خواجہ حسین ہروی

مژہ مانع نشُد از گریہ من شیدا را
نتوان بست بخاشاک رہِ دریا را

مژگان میرے آنسوؤں کو روک نہیں سکتے ہیں ۔خاشاک سے دریا نہیں روکا جاسکتا۔

۱۷۴۔ شیخ علی حزین

شادم کہ از رقیبان دامن فشان گذشتی
گو مُشت خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

میں اس پر خوش ہوں کہ تُو رقیبوں سے دامن جھاڑتا گذر گیا خواہ ایسے میں میری خاک بھی کیوں نہ برباد ہو جائے۔

یاد رہے محبوب کا دامن اٹھانا ہی عاشق کے لئے مقصد رکھتا ہے۔

سراپا ناز من از تربتم دامن کشان مگذر
مبادا غافل از خاکم برارد آرزو دستی

تم میری قبر پر سے دامن اٹھائے مت گذرو کہیں ایسا نہ کوئی آرزو میری قبر سے ہاتھ باہر نہ نکالے۔

....

۱۷۵۔ حکیم خاقانی

ہمسایہ شنید نالہ ام گُفت
خاقانی را دگر شب آمد

پڑوسی نے میرے نالے سن کر کہا خاقانی کی اگلی رات آگئی یعنی اب وہ حسب معمول روتا رہے گا اور ہمیں سونے نہیں دے گا۔

....

۱۷۶۔ میر خسرو دہلوی

مارا وداع کرد دل ودین وہر چہ بود
الاّ سرِ نیاز کہ بر آستانہ بماند

اس سرِنیاز کے سوا جو کسی کے آستانہ پر جُھکا تھا دین و دل سب نے ساتھ چھوڑ دیا یعنی وہی سر کا جھکانا ہی آخر کام آیا۔

بیمِ تیغم نیست لیکن این سرِ کم بخت را
دوست میدارم کہ زیرِ پای او بسیار بود

مجھ کو اس تلوار کا خوف نہیں ہے (میں یہ سر اس لئے بچا رہا ہوں) کہ یہ اسکے قدموں میں رہ چکا ہے۔

نَخفت خسروِ مسکین دریں ہوس شبہا
کہ دیدہ بر کفِ پایت نہد بخواب رَوَدْ

بیچارہ خسرو اس تمنّا میں بہت سی راتوں کو نہیں سویا کہ تیرے قدموں پر سر رکھ کر سو جائے۔

خسرو است و شب و افسانۂ یار و ہر بار
قدری می گرید و پس بر سرِ افسانہ رَوَد

خسرو ہے اور رات ہے اور یار کا افسانہ وہ ہر بار افسانہ سنا کر روتا ہے اور پھر از سرِ نو شروع کر دیتا ہے۔

کششی کہ عشق دارد نگذاردَت بدیسان
بجنازہ گر نیایی بہ مزار خواہی آمد

عشق کی کشش تجھے اس طرح آزاد نہ چھوڑے گی۔ اگر تو جنازہ پر نہیں آیا۔ تو مزار پر ضرور آئے گا۔

من اشکِ بیدلانِ را خندہ می پنداشتم روزی
کنون بر می دَہَد تخمی کہ من می کاشتم روزی

میں نے ایک دن بیدلوں یعنی شکستہ دلوں کے آنسوؤں کی ہنسی اڑائے تھی میں جو بیج بویا تھا آج وہ پھل لایا ہے۔

بقول غالب

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

غالب

کسی نماند کہ او را بہ تیغِ ناز کشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و بازکشی

تیرے تیغ ناز سے کوئی زندہ نہیں بچا اب کوئی چارہ نہیں کہ خلق کو زندہ کر کے دوبارہ مارا جائے۔

....

۷۷۔ مجلسی

سیاہ بختی ازین بیشتر نمی باشد
کہ مجلسِ دگری روشن از چراغِ منست

اس سے بڑھ کر اور کیا سیاہ بختی ہوگی کہ دوسروں کی مجلس میرے چراغ سے روشن ہے۔

....

۷۸۔ ملا فزونی

در بزم او کسم بہ بدی ہم نبرد نام
ہر چند گوش در پس دیوار داشتم

اس کی بزم میں کسی نے بدنامی نہیں کی۔ اگرچہ لوگوں نے دیواروں کے پیچھے کان رکھے تھے۔

دگر مباد نصیبم کہ نامِ عشق برم
بسی ست آنچہ کشیدم من از محبّتِ تُو

....

۷۹۔خصالی کاشی

زبیمِ غمزہ اش دُز دیدہ در وی بینم و ترسم
چو شخصی کز چمن گل چیند و از باغباں ترسد

غمزہ کے خوف سے اس کو چور نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ جس طرح کوئی مالی سے ڈرتے ہوئے پھول توڑتا ہے۔

....

۸۰۔میر حیدر خصالی

چو طفل مریضم بمہدِ زمانہ
بہر عضوِ دردی و گفتن ندانم

میں زمانے کے گہوارہ میں اس بچے کی طرح ہوں کہ جسکا ہر عضو دکھتا ہو اور جو اپنی بیماری نہیں بتا سکتا۔

....

۸۱۔ خواری تبریزی

بخت آنم کو کہ خواب آلودہ برخیزی شبی
نالہ ام بشناسی و گوشی بفریادم کنی

....

۸۲۔مرزا خصمی

ساقی بدہ آن بادہ کہ از ہوشِ خود اُفتم
من بارِ خودم یکنفس از دوشِ خود اُفتم

ساقی وہ شراب پلا کہ بیہوش ہوکر ایکبار اپنے کاندھے سے بوجھ اتار پھینکوں۔

....

۸۳۔مرزا خلقی

رسید بر سرِ بالین بوقتِ نزعم یار
چراغِ زندگیم شامِ مرگ روشن شُد

محبوب نزع کے وقت میرے سرہانے آیا۔میری زندگی کا چراغ میری موت کی شام کو روشن ہوا۔

۸۴۔سید حسین خالص

بہر طرف کہ نظر میکنم چراغان ست
خدا زیادہ کند داغِ عاشقانِ ترا

جس طرف بھی نظر کروں چراغاں ہے خدا عاشقوں کے داغ اور بڑھائے۔

....

۸۵۔خالص

دیوانہ براہی رود طفل براہی
یاران مگر این شہرِ شما سنگ ندارد

دیوانہ اپنی راہ پر اور بچے اپنی راہ پر، دوستوں کیا تمہارے شہر میں پتھر نہیں ہیں۔

....

۸۶۔دقیقی

گویند صبر کن کہ ترا صبر بر دہد
آری دہد ولیک بعمری دگر دہد

کہتے ہیں صبر کر تجھے صبر کا صلہ دیا جائے گا ہاں عمر بھی دوسری جائے گی۔یعنی اس عمر میں صلہ ملنا محال ہے۔

....

۸۷۔خیالی

بعدِ مُردن بتو معلوم شَود رنجِ حیات
رہرو آن لحظہ بنالد کہ بمنزل برسد

مرنے کے بعد تجھے رنج حیات کا پتہ چل جائے گا مسافر منزل پر پہنچ کر روتا ہے۔یعنی سود و زیاں کا پتہ چلتا ہے۔

....

۸۸۔رکن الدین دعویٰ

دستِ من گیر کہ این دست ہمان است کہ من
بار ہا درغمِ ہجرانِ تو بر زدہ ام

اسی شرم میں میرا ہاتھ پکڑ لے کہ یہ وہ ہاتھ ہے کہ جس سے تیرے غم ہجر میں بار ہا سر پیٹا ہے۔

....

۸۹۔مرزا رضی دانش

وعدۂ ہم صحبتانِ رفتہ محشریست
دیر می آید قیامت گشت تنہائی مرا

جلوہ گاہ خوشخرامِ ماست خاکِ لالہ زار
آن حنائی نقشِ پای جا بجا افتادہ است

سرزمین لالہ زار ہمارے خوشخرام کی جلوہ گاہ ہے یہ لالہ کی سرخی نہیں ہے ہے بلکہ محبوب کی حنائی قدموں کے نشانات ہیں۔

نمک شناسِ اسیران چو از قفس رُستند
بہ نخل خانۂ صیّاد آشیاں بستند

....

صیاد کے نمک کے حق شناس جب قفس سے رہا ہوئے تو حق نمک ادا کرنے کے لئے نخل صیّاد پر ہی آشیانہ بنالیا۔

آشیانِ چغد ہم نگذاشت در ویرانہ ام
خانۂ صیّاد آبادان کہ تقصیری نہ کرد

الو کا آشیانہ بھی نہیں چھوڑا خدا صیاد کا گھر آباد رکھے اس نے اپنے کام میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

سخت کوشیٔ ہای صیادم بجاں آوردہ است
در قفس بلبل بگلشتِ گلستان آورد

میرے صیاد کی سنگ دلی نے جان پر بنادی وہ بلبل کو پنجرے میں ڈال کر سرِ باغ کو لاتا ہے۔

گل دمید از شاخ و بر خاکِ گلستان می طپم
کو پرو بالی کہ جای آشیان پیدا کنم

پھول شاخوں پر کھل گئے اور میں گلستان کی خاک پر لوٹتا ہوں اب وہ بال و پر

کہاں کہ آشیان بنا سکوں۔

دستِ گلچین قتل عام ِ لالہ و گل می کند
باغبان در پای گلبن مست خواب افتادہ است

قاتل کا ہاتھ لالہ وگل کا قتل عام کرتا ہے۔ باغبان گلاب کی جھاڑی کے نیچے سویا ہے

لافِ عشق ای لالہ پیشِ ما جگر خونان خطا است
سوزِ دردی نیست با داغِ تُو خون مُردہ است

اے لالہ جگر خونیں عشاق کے سامنے عشق کی لاف زنی نہ کر۔ تیرے داغ میں سوز نہیں وہ تو مردہ یا جما ہوا خون کا قطرہ ہے۔

بی تو پندارم کہ آتش در چمن افتادہ است
دودِ بوی گل دماغم را پریشان میکند

لگتا ہے کہ تیرے بغیر چمن میں آگ لگی ہوئی ہے۔ بوئے گل بھی دماغ کو پریشان کرتی ہے۔

باغ را از رخنۂ دیوار می بینم مباد
باغبان تادر کشاید موسمِ گل بگزرد

باغبان کے در کھولتے خزاں ہی نہ آجائے اس لئے دیوار کے رخنہ سے باغ کی سیر کرتا ہوں۔

ذوقِ دلتنگی بوجدم در قفس آوردہ است
بی خبر پندارد اندازِ رہائی می کنم

دلتنگی کے ذوق نے وجد میں لادیا ہے بیخبر سوچتا ہے کہ رہائی کا جتن کر رہا ہوں۔

درین وادی کہ من می باشم آبادی میباشد
سیاہی میکند از دور گاہی چشمِ آہوئی

مارا بمہربانی صیاد الفت است
ورنہ بہ نیم نالہ قفس میتوان شکست

....

۹۰۔ ملادرکی قمی

کم از یوسف نیی پیشِ صبا بکشا گریبان را
کہ درعہدِ تُو ہم یک چشمِ نابینا شَود روشن

تم یوسف سے کم نہیں صبا میں گریباں تو کھولو ممکن ہے کہ تیرے عہد میں بھی ایک آنکھ روشن ہو جائے۔

....

۹۱۔ میرحیدر معمائی

نمیدانم چہ سازم آہ با جانِ غیورِ خود
کہ بہرِ دیدنش می میرد و سویش نمی بیند

آہ اس غیرت مند جان کے ساتھ کیا کروں۔ جو اس کو دیکھنے کے لئے تو مرتی ہے لیکن غیرت سے اس کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتی۔

....

۹۲۔ عبدالرحیم خان خانان

بجرمِ عشق تو ام می کشند غوغائیست
تُو نیز بر سرِ بام آ کہ خوش تماشائیست

تیرے عشق کی پاداش میں قتل کیا جا رہا ہوں تو بھی بام پر آ کتنا اچھا تماشا ہے۔

....

۹۳۔ اعظم خان

ادای حق محبت عنایتیست ز دوست
وگرنہ عاشق خاطر بہیچ خرسند است

محبت کا پورا حق ادا کرنا محبوب کی عنایت ہے ۔ورنہ عاشق تو ادنیٰ برتاؤ سے بھی خوش ہے۔

....

۹۴۔ محسن بیگ رشکی

برہِ تُو ہر کہ بینم کُشد این غمم کہ مسکین
چہ فریب خوردہ باشد بچہ دل نہادہ باشد

جب میں تیری گلی میں کسی نووارد کو دیکھتا ہوں ۔تو مجھے غم یہ غم مارڈالتا ہے بیچارہ کتنا فریب خوردہ ہے۔

نئے دیوانوں کو دیکھیں تو خوشی ہوتی ہے
ہم بھی ایسے ہی تھے جب آئے تھے ویرانے میں
احمد مشتاق

اسی نفس مضمون کو دوسرے شاعر نے

اگر بینم کسی از کوی او دل شاد می آید
فریبِ کز تُو اوّل خوردہ بودم یاد می آید

ای کاش بدوزخ فرستند و نہ پرسند
جرمم کہ ندارم سرو سودای قیامت

تو ای غافل ز آتش خانہ رشکی چہ می پرسی
ببین از دور تا دود از کدامین خانہ برخیزد

....

۹۵۔ رشکی کاشی

کسی چگونہ رہِ دل ز غم نگہ دارد
خرابہ دلِ عاشق ہزار رہ دارد

کوئی کہاں تک غم کی نگہبانی کرے۔عاشق کا دل خرابہ ہے جس میں ہزار راہیں نکلتی ہیں۔

....

۹۶۔ روشنی ہمدانی

در بزم ازان بہ پہلو خود جا دہد مُرا
تاراست سوی او نہ توانم نگاہ کرد

محفل میں مجھے اس پہلو سے بٹھاتا ہے کہ میں اس کی طرف سیدھی نگاہ نہ ڈال سکوں۔

....

۹۷۔ رستم علی خراسانی

ہر گہ ز ناز رو بہ چمن خندہ میکنی
گلہای باغ را ہمہ شرمندہ میکنی

وہ جسطرف بھی خندہ زنی کرتا ہے باغ کے سب پھول شرمندہ ہوتے ہیں۔

....

۹۸۔ مرزا محمد رفیع

اوّلِ عشق تو بحرِ اشک سامان داشتم
این زمان چشمم بصد خونِ جگر تر میشود

پہلے پہل تیرے عشق کے پاس آنسوؤں کا دریا تھا آجکل میری آنکھیں خون جگر کا سو سامان کئے ہوئے ہیں۔

....

۹۹۔ میر مرتضیٰ رضی

برادرانہ بیا قسمتی کنیم رقیب
جہان و ہر چہ درو ہست از تو یار از من

اے رقیب بھائی بندی سے بانٹ لیتے ہیں جملہ جہاں سب کچھ تیرا اور محبوب میرا۔

....

۱۰۰۔ میر محمد رضا

رمیدخاطرم از ہر چہ ہست در عالم
بغیر یار کہ او عالمی دگر دارد

محبوب کے علاوہ ہر چیز سے دل بھاگتا ہے اسکے ساتھ الگ کی مزہ ہے۔

....

۱۰۱۔ رضائی کاشی

ز جہانیان ندارم بکسی بجز تُو الفت
وگرم تو ہم نخواہی سرِ بیکسی سلامت

میں دنیا میں تیرے سوا کسی سے محبت نہیں کرتا اگر تو بھی اس کا روادار نہیں تو خدا

میری بےکسی سلامت رکھے۔

....

۱۰۲۔ قاضی رضی الدین اصفہانی

از خدا قرب آن روز کہ میخواست رقیب
کاش آزادیِ ما نیز تمنّا می کرد

جس دن رقیب کو تیرا وصل ہو کاش اس دن وہ میرے مرنے کی دعا کرے۔ یعنی رقابت گوارا نہیں اور یہ کہ وہ مستجاب الدُعا بھی ہے۔

....

۱۰۳۔ سلطان علی بیگ راہی

گفتم بہ بُلبُلی چکنم در فراقِ یار
از شاخِ گل بخاک فتادہ طپید و مُرد

میں نے بلبل سے فراق یار میں کیا کروں وہ شاخ گل سے زمین پر گری تڑپی اور مرگئی۔

....

۱۰۴۔ محمد رضا کشمیری

بیابان بلا خاری ندارد
کہ از دامان من تاری ندارد

بیابان بلا کو کوئی ایسا کانٹا نہیں ہے کہ جس میں میرے دامن کا کوئی تار نہ ہو۔

محبت ہم پس از قطعِ محبت لذّتی دارد
کہ شاخِ نخل پیوندی بہ از اوّل ثمر گیرد

محبت میں قطعِ محبت میں بھی ایک لذت ہے کیونکہ جس شاخ میں پیوند لگایا جاتا

ہے وہ پہلے سے بہتر پھل دیتی ہے۔

....

۱۰۵۔ مرزا حسن بیگ رفیع

ای جرس این ہمہ فریاد ز دل تنگی چیست
شُکر ہا کن کہ دِلَت جای تپیدن دارد

اے جرس تو دلتنگی کی فریاد کیوں کرتا ہے. شکر کر تجھے تڑپنے کے لئے کچھ جگہ تو ہے۔یعنی میرے دل کو وہ بھی نہیں۔

تاقیامت دگر آن کُشتہ نگیرد آرام
کہ دلش زخمِ دگر خواہد و قاتل بَرَود

قیامت تک اس مقتول کو آرام نہیں ملتا کہ جس کا دل دوسرے زخم کا تمنّائی ہو اور قاتل پہلا زخم لگا کر چلا جائے

....

۱۰۶۔ فصاحت خاں رازی

بندگی کیشم تمیزِ کعبہ و دیر کجا ست
دیدہ ام ہر جا دری آنجا سجودی کردہ ام

میرا مذہب تو بندگی ہے دیر وحرم کا امتیاز کہاں جہاں کوئی در حسن یعنی جلوہ دیکھا۔ وہیں سجدہ کر دیا۔

....

۱۰۷۔ رضی گیلانی

بخت گر دِخوابِ یک شب ہمدمِ یارم کند
دل طپد ا ذوق چندانی کہ بیدارم کند

اگر کبھی قسمت محبوب کو خواب میں دکھلاتی ہے تو دل ذوق وشوق میں اتنا تڑپتا ہے کہ بیدار کر دیتا ہے۔

....

۱۰۸۔ میر محمد جعفر راہب

بسانِ چشم کہ گرید بہ درد ہر عضوی
غمی بہر کہ رسد می کند ملول مرا

میرا حال آنکھ کی جیسا ہے جب جسم کے کسی عضو میں درد ہو تو رونے لگتی ہے کسی بھی آدمی کو جب رنج پہنچتا ہے تو مجھے ملال ہوتا ہے۔

....

۱۰۹۔ رضائی جرباد فانی

گویند مرمان غمِ دیوانہ می خورند
دیوانہ ہم شدیم و غمِ ما کسی نخورد

کہتے ہیں کہ لوگ دیوانہ کا احساس کرتے ہیں اور میں دیوانہ بھی ہوا کسی نے میرا غم نہیں کھایا یعنی دور کیا۔

....

۱۱۰۔ کلن حسین راغب

صد نامہ نوشتیم و جوابی نہ نوشتی
این ہم کہ جوابی نہ نویسند جواب است

میں نے سو خط لکھے مگر تو نے کوئی جواب نہیں دیا تیرا جواب نہ دینا بھی ایک قسم کا جواب ہے۔

....

۱۱۱۔ محمد امین ذوقی اردستانی

ہم نشینم بخیالِ تو و آسودہ دلم
کین وصالیست کہ در پی غمِ ہجرانش نیست

میں تیرے خیال میں مست اور آسودہ ہوں یہ وہ وصال ہے جس میں جدائی کا خطرہ نہیں۔

پس از عمری کہ بہر پُرسش مایار می آید
غمِ خود باکہ گویم ہمرہِ اغیار می آید

اگر ایک مدت کے بعد محبوب میری پرسش حال کو آتا ہے تو اپنے ساتھ غیروں کو بھی لاتا ہے۔

....

۱۱۲۔ حافظ شیرازی

من رشتہ ی محبت تو پارہ می کنم
شاید گرہ خورد بہ تو نزدیک تر شوم

روز اول کہ بہ استاد سپردند مرا
دیگران راخرد آموخت مرا مجنون کرد

ازل کے دن ہی مجھے استاد کے سپرد کر دیا دوسروں کو خرد سکھایا اور مجھے مجنوں بنایا۔

ہر گہ کہ دل بہ عشق دہی خوش دمی بود
در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

دل جس گھڑی دیا جائے وہی اچھی ساعت ہے نیکی کے کام میں استخارہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ای دل اندر بندِ زلفش از پریشانی مَنال
مرغِ زیرک چون بہ دام افتد تحمل بایدش

اے دل زلف کی زنجیر میں جکڑنے پر نالہ مت کر۔ زیرک پرندے جال میں پڑنے کے بعد خاموش ہو جاتے ہیں۔

چشمۂ چشمِ مرا ای گل خندان دریاب
کہ بہ امّیدِ تو خوش آبِ روانی دارد

اے ہنستے ہوئے پھول میری آنکھ کے چشمہ پر پہنچ کہ یہ تیری امید کے مطابق وافر مقدار میں آبِ رواں رکھتا ہے۔

....

۱۱۳۔ ملا حیدر ذہبی

چہ سود ازین کہ حریمِ دلم نشیمن تُست
کہ درمیانِ من و دل ہزار فرسنگ است

اس سے کیا فائدہ کہ میرا حریم دل تیرا نشیمن ہے اور اس میں تیری یاد ہے اس لئے کہ خود مجھ میں اور دل ہزار فرسنگ کا فاصلہ ہے۔

....

۱۱۴۔ زکی ہمدانی

گر بپرسند بحشر زلبِ خونخوارش
سببِ قتلِ من از خندہ جوابی دارد

اگر محشر کے دن اسکے خونخوار لب سے پوچھیں تو میرے قتل کا جواب ایک لبخندہ ہوگا۔

بسوی مصر نیامد نسیمی از کنعان
کہ دامنی نزند آتش زلیخا را

ہوا کنعان سے مصر نہ آئے کہیں ایسا نہ ہو کہ زلیخا کے دامن میں آگ لگ جائے۔

یک ناوکِ کاری ز کمانِ تُو نخورم
هر زخمِ تو محتاجِ بزخمِ دگرم کرد

تیرے کمان سے ایک زخم کاری نہ لگا۔ تیرا ہر زخم دوسرے زخم کا محتاج بنا دیتا ہے۔

دلم بحسرتِ آن مرغِ ناتوان میرد
که درقفس به تمنّای آشیان میرد

میرا دل اس مرغ ناتواں کی حسرت ہر مرتا ہے۔ جو قفس میں آشیانہ کی جستجو میں مرتا ہے۔

زکی دیارِ محبت غریبِ مملکتی است
درو کسی که به پیری رسد جوان میرد

....

۱۱۵۔ زلالی اور گنجی

نہ نکہتی ز گلی نی خراشی از خاری
درین چمن بچه دل خوش کند گرفتاری

نہ پھول کی خوشبو ہے نہ کانٹ کی خراش، اس دل میں کوئی کیا دل لگائے۔

....

۱۱۶۔ زینتی استر آبادی

بد خو مکن بوعدهٔ وصل اهلِ درد را
بگذار تا بمحنتِ هجر تو خو کنند

وصل کا وعدہ کر کے اہل درد کی عادت نہ بگاڑ، اُن کو چھوڑ دے تا کہ ہجر کی مشقت کے عادی ہو جائیں۔

۱۱۷۔ زین خان کوکلتاش

بیک شب چہ عشرت توان کرد باتو
تماشا کنم می خورم راز گویم

ایک شب کی مدت تیرے ساتھ کیا عیش کی جاسکتی ہے حسن کا نظارہ کروں شراب پئیوں راز و نیاز کی باتیں کروں۔ یعنی اتنے سارے کم ایک شب میں ممکن نہیں۔

....

۱۱۸۔ زمانی یزدی

دوست میدارم من این نالیدنِ جانسوز را
تا بہر نوعی کہ باشد بگذرانم روز را

مجھے یہ جانسوز نالہ وشیون اچھا لگتا ہے جیسے تیسے کر کے وقت تو گذرتا ہے۔

....

۱۱۹۔ شیخ سعدی

دلی کہ عاشق و صابر بُوَد مگر سنگ است
زعشق تا بصبوری ہزار فرسنگ است

جو دل صبر کرنے والا ہے وہ پتھر ہے عشق اور صبر میں ہزار فرسنگ کا فاصلہ ہے۔

بلطفِ دلبرِ مندر جہان نہ بینی دوست
کہ دشمنی کند و دوستی بیفزاید

میرے دلبر کے جیسا مہربان دوست دنیا میں نہیں مل سکتا کہ وہ دشمنی کرنے پر بھی دوستی بڑھاتا ہے۔

دلی از سنگ بباید بسرِ راہِ وداع
کہ تحمل کند آن لحظہ کہ محمل برود

محبوب کے محمل کی روانگی کے وقت اس کی رخصتی کا منظر جھیلنے کے پتھر کا دل ہونا چاہیے۔

دو عالم را بہ یکبار از دلِ تنگ
برون کردیم تا جای تُو باشد

میں نے اپنے دلِ تنگ سے ایکدم دو جہاں نکال دیے تا کہ تیرے لئے جگہ خالی ہو جائے۔

گفتہ بودم چو بیایی غمِ دل با تو بگویم
چہ بگویم کہ غم از دل بَرَوَدْ چون تُو بیایی

میں نے سوچا تھا جب تو آئے گا تو غم دل تجھ سے بیان کروں گا۔لیکن جب تو آتا ہے تو سب رنج والم ٹھیک ہو جاتا ہے اس لئے تجھ سے میں کیا بیان کروں۔

یہی خیال میر نے اسی شعر سے اخذ کیا ہے:

کہتے تو ہو یوں کہتے یوں کہتے جو وہ آتا
یہ کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

میرؔ

مردمان منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم
باید اوّل بتو گفتم کہ چنین خوب چرایی

لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں نے تجھ کو کیوں دل دیا حالانکہ پہلے تم سے پوچھنا چاہیے تھا کہ تو اتنا خوبرو کیوں ہے۔

یہی خیال میر نے اسی شعر سے اخذ کیا ہے۔

پیار کرنے کا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گناہ
ان سے بھی تو پوچھتے تم اتنے کیوں پیارے ہوئے
میرؔ

دی زمانی بہ تکلف برِسعدی بنشست
فتنہ بنشست چو برخاست قیامت برخاست

کل محبوب تھوڑی دیر سعدی کے پہلو میں بتکلف بیٹھا جب تک بیٹھا رہا فتنہ بیٹھا جب وہ اٹھا تو فتنہ اٹھا۔

سعدیا نوبتی امشب دہلِ صبح نکوفت
یا مگر صبح نباشد شبِ تنہایی را

سعدی کیا بات ہے کہ گھڑیا صبح کا گھنٹا بجانا ہی بھول گیا یا شب ہجر کی رات کی صبح ہی نہیں ہوتی۔ شعر

چشمِ مسافر کہ بر جمالِ تُو افتاد
عزمِ رحلش بدل شود بہ اقامت

سعدی از داغِ جگر پنبہ مکش
مکُشا روزنِ آتشکدہ را

سعدی اپنے زخم جگر سے روئی کا لتا مت نکال اس آتشکدے کا روزن مت کھول (کہیں دنیا میں آگ نہ لگ جائے)

زمن مپرس کہ از دستِ او دلم چون ست
ازو بپرس کہ انگشتہاش پُر خون ست

مجھ سے مت پوچھ کہ اسکی دست زنی کیسی ہے (بلکہ) اس سے پوچھو کہ اسکی انگلیاں میرے خون میں لتھڑی ہیں۔

....

۱۲۰۔ سعد کمال شیرازی

برگِ گل نیست کہ افتادہ بطرفِ چمنست
پنبۂ داغ دلِ دلِ بلبلِ خونین کفن ست

یہ چمن کی طرف برگِ گل نہیں بلکہ خونین کفن بلبل کے زخموں پر لگائے گئے سرخ لتے ہیں۔

تنم از ضعف چنان شُد کہ اجل جُست و نیافت
نالہ ہر چند نشان داد کہ در پیرہن ست

ضعف سے تن اتنا ضعیف ہوگیا کہ اجل نے ڈھونڈا اور نہ ملا
نالہ نے سراغ دیا کہ پیرہن میں ہی ہے۔

....

۱۲۱۔ سلمان ساوجی

چشم سرمستِ ترا عین بلا می بینم
لیکن ابروی تو چیزیست کہ بالای بلا است

تیری مست آنکھ خود ایک بلا تھی لیکن تیرے ابرو تو اس سے بڑھ کر بلا ہیں تیرے ابرو اس کے اوپر کی بلا ہیں ظاہر ہے کہ ابرآنکھ کے اوپر ہوتے ہیں۔

بالائے بلا کی ترکیب نے شعر کو پُر لطف بنا دیا ہے۔

ز شرابِ لعل نوشین من رندِ بی نوا را
مددی کہ چشمِ مستت بہ خُمار کُشت ما را

لبِ لعل شیریں کی شراب سے مجھ رندِ بے نوا کی مدد کرو کہ تمہاری چشمِ مست کی مخموری سے ہمیں قتل کر دیا ہے۔

چشمت بہ غمزہ ہر دم ، خون ہزار عاشق
ریزد چنانکہ قطعاً کس را خبر نباشد

اس کی آنکھ کسی کو خبر کئے بغیر اپنے غمزہ سے ہر پل ہزار عاشق کا خون کرتی ہے۔

در خلوتی کہ عاشق، بیند جمال جانان
باید کہ در میانہ، غیر از نظر نباشد

عاشق صادق معشوق کا جمال تنہائی میں دیکھتا ہے معشوق اور عاشق کے بیچ میں نظر کے علاوہ کوئی دوسرا حائل نہیں ہونا چاہیے۔

گاہی ز دل بُوَد گِلہ گاہی زِ دیدہ ام
من آنچہ دیدہ ام ز دل و دیدہ دیدہ ام

کبھی دل سے گلہ ہے اور کبھی آنکھ سے، مجھے جو بھی دُکھ ملے وہ دِل اور آنکھ سے ملے۔

....

۱۲۲۔ سروری

کاشکی دامن فشان آید قدرِ رعنای او
تانہ بیند دیدۂ غیری نشانِ پایِ او

کاش کہ معشوق کی رعنائی دامن فشانی کرتی ہو آئے تا کہ اس کا نشان پا غیر نہ دیکھ سکے۔ دامن فشانی سے لمبا دامن جسے صحرائی لوگ پہنتے تھے کے کہ گھسیٹنے سے نشان پا مٹ جاتے تھے۔

....

۱۲۳۔ میر یادگاری سیفی

عاقبت سر ز گریبانِ تو بیرون آورد
بوی پیراہن یوسف ز جہان گم شدہ است

قیامت نے تیرے گریبان سے سر باہر لایا اور یوسف کے پیرہن کی خوشبو جہاں سے مٹ گئی۔

....

۱۲۴۔ نظام الدین سہیلی

عاشق و سامانِ جویِ شیر و قصرِ بیستون
خندہ بر بازیچۂ فرہاد می آید مرا

عاشق اور جوئے شیر اور قصر بیستون کے ساز و سامان کا بندوبست کیا فرہاد کے تماشا پر ہنسی آتی ہے۔

....

۱۲۵۔ ملا سحابی استر آبادی

کارم گہی صنمگری و گہ شکست اوست
بیتابِ عشق ہر چہ کند حق بدستِ اوست

کبھی تو میں بت بناتا ہوں اور کبھی توڑتا ہوں۔ بیتابئ عشق جو کرواتی ہے بجا کرواتی ہے۔

....

۱۲۶۔ رشکی

بخونِ خلق دلیر است زانکہ در محشر
بیک کرشمہ بہ بندد زبانِ دعوٰی را

خون خلق نے معشوق کو دلیر بنادیا ہے قیامت کے دن وہ ایک کرشمہ سے سب کی زبان بند کردے گا۔

....

۱۲۷۔ خواجہ سلطان محمد قمی

از قتل من مترس کہ دیوانیان حشر
مجرم کنند بہرِ تُو صد داد خواہ را

میرے قتل پر مواخذہ کا خوف نہ کر کیونکہ حشر کے دیوان والے تیرے لئے سینکڑوں دادخواہوں کو الٹا مجرم بنادیں گے۔

....

۱۲۸۔ کاشی

نہ تابِ دیدن و نی طاقتِ شکیبایی
تُو چون نقاب کشی رحم برتماشایی است

نہ تجھ کو دیکھنے کی تاب ہے اور نہ صبر کی طاقت ہے اس لئے تیرا اپنے چہرہ پر نقاب ڈالنا درحقیقت تماشائی پر رحم کرنا ہے۔

در روزگارِ عشقِ تُو من ہم فدا شُدم
افسوس کز قبیلۂ مجنون کسی نہ ماند

تیرے عشق کے روزگار میں، میں نے بھی جان دے دی افسوس کہ مجنوں کے قبیلہ کو کوئی فرد باقی نہیں رہ گیا۔

غریبِ شہرِ تُو ام من بکش مرا و مترس
کہ ہیچ کس بدیارِ من این خبر نرساند

میں اجنبی مسافر ہوں مجھے قتل کر مت ڈر کہ یہ خبر میرے شہر میں کوئی نہیں

پہنچائے گا۔

....

۱۲۹۔ فریدون سابق

قاصد بخدا آن بُتِ عیار چہ نی گفت
قُربانِ زبانِ تُو بگو یار چہ می گُفت

قاصد خدا کے لئے بتا دے کہ اُس بُتِ عیّار نے تجھ سے کیا کہا تیری زبان کے قُربان بتا یار نے کیا کہا ہے۔

من نمی دانم کہ دل می سوزد از غم یا جگر !؟
آتش افتادست در جایی و دودی می کند

....

۱۳۰۔ سایر مشہدی

ہر نفس دل در شکنج غم سرودی میکند
ہای ہای گریہ ام آہنگ رودی میکند

دل ہر پل غم کے شکنجے میں نالہ کرتا ہے ہائے ہائے میری گریہ کا آہنگ آبجو ہی جیسا ہے۔

من نمیدانم کہ دل میسوزد از غم یا جگر
آتش افتادہ ست در جایی و دودی میکند

مجھے کچھ پتہ نہیں کہ دل جل رہا ہے یا کہ جگر، جس جگہ آگ لگی ہو وہاں تو دھواں ہی دھواں اُٹھتا ہے۔

....

۱۳۱۔محمد قلی سلیم

تا چند دیرو کعبہ مخوان این فسانہ را
ہمچون کمانِ حلقہ یکی کُن دو خانہ را

کب تک یہ دیر و کعبہ یہ فسانہ مت دوہرا۔ یہ دونوں ایک ہی کمان کے حلقہ کے دو خانے ہیں۔

آئینہ بکف گیر کہ از رشک بمیرم
در کشتن ما حاجتِ شمشیر ندارد

مجھ کو قتل کرنے کے لئے تلوار کی حاجت نہیں ہے تم آئینہ ہاتھ میں لے لو میں خود رشک سے مر جاؤں گا۔

....

۱۳۲۔ سالک قزوینی

چین بر جبین ز جنبش ہر خس نمیزنند
دریا دلان چو آبِ گُہر آرمیدہ اند

ہر خس و خاشاک کی حرکت سے چیں برجبیں نہیں ہوتے۔ دریا دل لوگوں کا دل گہر تابدار جیسا ہوتا ہے یعنی وہ خس و خاشاک کی حرکتوں سے مکدّر نہیں ہوتا۔

بدعویگاہِ محشر بر سرِ من شورِ رُسوایی
میانِ ما و مجنوں گفتگو بسیار خواہد شُد

روز محشر میں رسوائی کے معاملہ کو لے میرے اور مجنوں طویل مباحثہ ہوگا۔

....

۱۳۳۔ محمد افضل سرخوش

در عدم ہم ز عشق شوری ہست،گل گریبان دریدہ می آید
در تہ خاک نیز آرام نیست،سبزہ دامن کشیدہ می آید

عدم میں کس قدر شور ہے وہاں سے پھول گریبان پھاڑ کر آتا ہے
خاک کے نیچے بھی آرام نہیں سبزہ دامن کشیدہ جو آتا ہے۔

....

۱۳۴۔ میر جلال الدین سیادت

عالمی از بسکہ جاسوس اند بد نامِ تُرا
از صبا چون بوی گل گیرند پیغام ترا

جہاں کے لوگ تیرے بدنام جاسوس ہیں جو کہ بادِ صبا سے بوئے گل کی طرح تیرا پیغام لیتے ہیں ۔

فزود چشمِ ترِ من شکُوہِ خوبان را
کنارِ آب دو چندان کند چراغاں را

میری چشم گریاں نے حسینوں کی شان بڑھا دی جس طرح پانی کے کنارے چراغوں سے روشنی دوگنی ہو جاتی ہے۔

مارا جدایی از تُو پس از مرگ ہم بلا است
گریان رود چو ابر ز کویت غبارِ ما

مرنے کے بعد بھی جدائی میرے لئے بلا ہے تیرے کوچے سے میری غبار بادل کی طرح روتی ہوئی گذرے گی۔

کدام ماہ جبین دوش مجلس آرا بود
کہ شمع از درِ فانوس در تماشا بود

کل کل ماہ جبین مجلس میں نمودار ہوا تھا کہ شمع فانوس کے در سے (یعنی چھپ کر) اس کا نظارہ کر رہی تھی۔

این سخن دُزدانِ سنگین دل کہ دعویٰ میکنند
چون نگین از حرفِ مردم نام پیدا میکنند

یہ سنگ دل سخن چور کہ بہت دعوے کرتے ہیں ان کے کلام میں مردوں کا کلام انگوٹھی کے نگین کی طرح دور سے دکھائی دیتا ہے۔یعنی سرقہ کا شعرانکے سخن چوروں کے کلام میں نہیں ملتا۔ ٹاٹ میں ریشم کا پیوند کی طرح دکھائی پڑ جاتا ہے۔

....

۱۳۵۔ زاہد علی خان

سر گذشتِ شب ہجرانِ تُو گُفتم با شمع
آن قدر سوخت کہ از گفتہ پشیمانم کرد

میں تیری شب ہجر کی سرگذشت شمع سے کہی وہ اس جلنے لگی کہ میں اپنے کہے پر پشیماں ہوا۔

....

۱۳۶۔ محمد اشرف قزوینی

رفتی و سراپای تُرا سیر ندیدیم
داغی بجگر ماند زہر جای تُو مارا

تو چلا بھی گیا اور میں تیرے سراپا کو نہ دیکھ سکا تیرے ہر عضو سے میرے جگر میں ایک داغ رہ گیا۔

خوش آن ساعت کہ پنہانی بروی یار می دیدیم
چو میگردد نظر سویم سوی اغیار میدیم

وہ گھڑی کیا ہی اچھی ہے جب میں چھپ کر دوست کو دیکھتا ہوں جب وہ نظر مجھ پر ڈالتا تو میں دوسروں کو دیکھتا۔

....

۱۳۷۔ شریفی تبریزی

زگردون وصل می خواہی جُدایی می دہد آری
فلک بسیار زین سان لطف ہای بے محل دارد

میں فلک دے وصل مانگتا ہوں وہ جدائی دیتا ہے وہ ایسی بے محل مہربانیاں بہت کرتا ہے۔

....

۱۳۸۔ ملاشمسی

چشمانِ من برویت در عاشقی چنانند
کز رشکِ یک دگر را دیدن نمی توانند

میری دو آنکھوں کی عشق میں یہ حالت ہے کہ ایک دوسری کے رشک سے معشوق کو دیکھنے کی سکت نہیں رکھتی ہیں۔

....

۱۳۹۔ شہیدی قُمی

خوش آن زمان کہ نکویان کنند غارتِ شہر
مُرا تو گیری وگویی کہ این اسیر من است

وہ وقت بھی کتنا پُر لطف ہو کہ جب خوبرو شہر کو غارت کر رہے ہوں اور ایسے میں تو

مجھے پکڑ کر کہے یہ میرا اسیر ہے۔

خوش آن شبی کہ در آغوش گیرمت تاروز
بزیرِ پہلویِ تو دستِ من بخواب رَوَد

کیا ہی اچھی وہ رات ہو میں میں تجھے صبح تک اپنی آغوش میں پکڑ رکھوں اور تیرے پہلو کے نیچے رکھے رکھے میرا ہاتھ سو جائے۔

شرمندۂ ز طعنۂ مردم برای من
خوبی تِو بلای تو ہم شُد چہ جای من

تجھ کو میری وجہہ سے لوگوں کے طعن وطنز سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔میرا کیا ذکر تیرا حسن خود تیرے لئے مصیبت بن گیا۔

....

۱۴۰۔ شاپور طہرانی

ننشست آنقدر کہ بہ بینم رُخش دوست
چشمش ہزار کار دلش صد خیال داشت

محبوب اتنی دیر بھی نہ بیٹھا کہ میں اس کے حسن کا پورا نظارہ کرسکتا۔اتنی دیر اسکی آنکھ ہزار کام اور اسکا دل سو خیالوں میں رہا۔

سینہ بر خنجر او زن کہ شہادت بر ما
ناقص است از مددِ کُشتہ بقاتل نَرَسد

محبوب کی تیغ زنی کے وقت خود اپنے سینہ کو ہدف بنادے کہ وہ شہادت ناقص ہے جس میں مقتول کی مدد شامل نہ ہو۔

کم کُن ای شاپور از زنّارِ زلفش گفتگو
این سخنہا آدمی را زود کافر میکند

ای شاپور محبوب کے زنارِ زلف کی باتیں نہ کیا کر کہ یہ تذکرے آدمی کو سخت کافر بنا دیتے ہیں۔

سخت کافر تھا جن نے پہلے میرؔ
مذہب عشق اختیار کیا
میر تقی میر

حال مرغیست دلم را کہ باندازِ چمن
زآشیان آید در دام گرفتار شَود
میرے دل کا حال اس پرندے جیسا ہے جو سیر چمن کے لئے آشیانہ سے نکلتی ہے اور دام میں گرفتار ہو جاتی ہے۔

انداز چمن کی ترکیب اردو میں یہاں سے ہی ماخوذ ہے۔

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی
محمد رفیع سودا

شبہا پی سراغ دل خود ز داغہا
در تنگنای سینہ فروزم چراغہا

....

۱۴۱۔ شجاع کاشی

تاکی ملامتِ مژۂ اشکبارِ من
یکبار ہم نصیحتِ چشمِ سیاہِ خویش
میری اشکبار مژہ کو کب تک ملامت کرتے رہو گے ایکبار اپنی چشم سیاہ کو بھی تو

نصیحت کرو۔

کشت مرا تغافلت دی چو شدی دو چارِ من
یافتۂ کہ عاشقم وای بروزگارمن

کل جب تیرا سامنا ہوا تو تیرے تغافل نے مجھے مار دیا تجھ پر میرا عشق ظاہر ہونا میرے لئے مصیبت بن گیا۔

میر کا یہ شعر اسی سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔

ہائے احوال اُس بلا کش کا
جس کو عاشق وہ اپنا جان گیا

میر تقی میر

آنقدر خاک کہ باید بسر از دست تو کرد
چکنم آہ کہ در دامن صحرا نیست

....

۱۴۲۔شعوری

زمن بغیرِ خیالِ نماندہ است ہنوز
بخاطرت چو رسم از من احتراز کنی

تو بھی میرے خیال کے بغیر نہیں رہتا چنانچہ جب ترے دل میں میرا خیال آتا ہے تو اس سے احتراز کرتا ہے تیرا یہ احتراز کرنا ہی میرا خیال آنے کی دلیل ہے۔

....

۱۴۳۔میرزا شریف طہرانی

چشم یعقوب برہ چشم زلیخا در پی
نکہتِ مصر درین بادیہ سر گردانست

یعقوب کی آنکھ چشم براہ ہت اور زلیخا کی نگاہ پیچھا کر رہی ہے اس دشت میں یوسف کی خوشبو سر گردانی کر رہی ہے۔

....

۱۴۳۔ شریف خان شیرازی

ز یُمن عشق بکونین صلح کل کردم
تو خصم کردہ ز ما دوستی تماشا کُن

کونین کے بدلے عشق کی برکت وفیض سے صلح کرلی تو دشمنی بھی تو مجھ سے دوستی ہی دیکھے گا۔

....

۱۴۴۔ ملا شرقی قزوینی

آزردگیِ اہلِ وفا پیشِ تُو سہل ست
باید کہ دلِ بوالہوس آزردہ نباشد

تم تو اہل وفا کا دل بھی دکھاتے ہو ہونا تو چاہئے کہ اہل ہوس یعنی رقیبوں کی بھی دلآزاری نہ کی جائے۔

....

۱۴۶۔ حکیم شرف الدین شفائی

امروز شد ارزانی ما تا چہ شوَدْ باز
آن لطف کہ دیروز بحالِ دِگری داشت

کل جو لطف ومہربانی غیروں کے ساتھ تھی وہ آج مجھ پر ہو رہی ہے دیکھیں کب یہ سلسلہ رُکتا ہے۔

نمیدانم کہ دل را از کدامی عُشوہ بستانم
ربودند از ہمش چندانکہ مسکین از میان گم شد

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کس عشوہ سے دل کا مطالبہ کروں ان سب نے مل ایسے لوٹا کہ دل کہیں غائب ہوگیا۔

حال آن مرغ چہ باشد کہ پس ازگل ناچار
غنچۂ دل بخس و خار گلستان بندد

اس غریب مرغ کا کیا حال ہوگا جو فصلِ گل کے بعد چارو ناچار دل کی کلی کو باغ کے خاروخس سے لگاتا ہے۔

با این شوخی نمی دانم چہ خواہی کرد مستوری
کہ گر جای دو چارِ خود شَود بدنام می گردد

ایسی شوخی سی خود کو کہاں چھپا سکتا اور اگر کہیں خود سے دو چار ہوتا ہے تو خود اسکی شوخی بدنام کر دیتی ہے۔

شہرت نمکِ دعوٰی عشق است وگرنہ
زان گونہ توان زیست کہ جانانہ نداند

دعوٰی عشق کے نمک کی شہرت ورنہ اس طرح بھی زندگی بسر کی جا سکتی ہے کہ محبوب کو بھی نہ خبر ہونے پائے۔

کارِ می نیست فروغِ رخِ عالم سوزش
این چراغیست کہ از خونِ من افروختہ است

محبوب کے رخ عالم سوز کا فروغ شراب سے نہیں بلکہ اس چراغ کو میرے خون کی سرخی نے روشن کیا ہے۔

داستاں ان کی اداؤں کی ہے رنگیں لیکن
اس میں کچھ خونِ تمنا بھی ہے شامل میرا
اصغر گونڈوی

رد کردہ نگاہی کہ رقیبی نہ پسندد
قُربان سرِ ناز کن و سوی من انداز

وہ رد کی ہوئی نگاہ جس کو رقیب پسند نہیں کرتا اس کو اپنے ناز کے صدقے مجھ پر ڈال دے۔

غافل ز بس شدیم ز کویش دمِ وداع
دل را از اضطراب هماں جا گذاشتم

محبوب کے کوچہ سے رخصت ہوتے وقت میرے حواس ایسے اڑے کہ میں اضطراب میں دل کو وہیں چھوڑ دیا۔

چون لب از قصۂ اظہارِ محبت وامان‌د
بزبانِ نگہ گرمِ تماشا کردم

جب لب محبت کی روداد بیان کرنے سے قاصر رہے تو میں نگاہ کرم سے اس کمی کو پورا کیا۔

تو آن نہ ای کہ از تہِ دل یارِ کس شوی
این یک دو روز لطفِ زبانی غنیمت است

تو ویسا نہیں کہ دل سے کسی کا ہو جائے تیرے جھوٹے وعدے بھی غنیمت ہیں۔

من این نیم کہ فکرِ تلافی بمن کند
این چند ہای زیرِ لبی عذر خواہِ کیست

میں وہ نہیں کہ محبوب کی معذرت کی فکر ہو پھر یہ زیر لبی کس کی عذر خواہی ہے

در حیرتم کہ آینہ ننہادنت ز کف
فریاد میکند کہ تو شیدای کیستی

وہ ہتھیلی سی آئینہ نیچے نہیں رکھتا آئینہ فریاد کرتا ہے کہ تو کس کا عاشق ہے ۔یعنی اپنے ہی جلوے کا۔

....

۱۴۷۔ شکیبی صفاہانی

لائق مجلس نیم لیک از برای چشم زخم
شاخِ خُشکی نیز در کاراست بستانِ تُرا

اگر چہ میں تیری بزم کے لائق نہیں ہوں لیکن تیرے باغ حسن کو نظر بد سے بچانے کے لئے خشک شاخ کی بھی ضرورت ہے۔

شبهای هجر راگذُرَاینده زنده ایم
مارا بسخت جانی خود این گمان نبُوَدْ

ہجر کی راتوں کو گزار کر بھی زندہ ہوں مجھے اپنی سخت جانی سے اسکی امید نہ تھی۔

....

۱۴۸۔ شوقی

دوریم بصورت ز تُو نزدیک بمعنی
مانندِ دو مصرع کہ زہم فاصلہ دارد

میں ظاہر میں تو تجھ سے دور ہوں مگر باطن میں نزدیک ہوں جس طرح ایک شعر کے دو مصرعے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں ۔مگر معنی کے لحاظ سے قریب اور ایک دوسرے سے پیوست اور جڑے ہوتے ہیں ۔

....

۱۴۹۔ ملّا شیدا

گہی بروی تو گاہی بسوی گل نگرَم
کُند مقابلہ کس چون کتاب را تنہا

میں کبھی تیرا چہرہ دیکھتا ہوں اور کبھی پھول پر نظر ڈالتا ہوں جیسے ایک تنہا شخص ایک ہی کتاب کے دو نسخوں کا مقابلہ کرتا ہے۔

....

۱۵۰۔ شیخ شاہ نظیر

یک جور را ہزار دلیل آوُرد بہ بعد
یا رب کہ دلربای کسی نکتہ دان مباد

محبوب ایک ظلم کے جواز کی ہزار دلیل دیتا ہے خدا کسی کے دلربا کو نکتہ داں نہ بنائے۔

....

۱۵۱۔ ملا شعیب خوانساری

باہر کہ حرفِ دوستی اظہار میکنم
خوابیدہ دشمن است کہ بیدار می کنم

میں جس سے دوستی کا اظہار کرتا ہوں گویا ایک خوابیدہ دشمن کو بیدار کرتا ہوں۔

....

۱۵۲۔ حکیم حسین شہرت

ماہِ من مست برون آمدہ شب سیر کند
طورِ بد پیش گرفتہ است خدا خیر کند

میرا چاند رات کو مستی میں سیر کیلئے نکلا ہے خدا خیر کرے کوئی برا واقعہ نہ پیش آئے۔

....

۱۵۳۔ شوکت بخاری

پیالہ نقشِ دگر زد رُخِ فرنگِ تُرا
شرابِ روغن گل شُد چراغ رنگِ ترا

تیرے چہرہ کے عکس نے پیالہ کو منقش کر دیا اور تیرے چراغ رنگ نے ہی روغن گل میں شراب بھر دی۔

....

۱۵۴۔ شاکرائی ظہوری

ہمچون جرس ز دوریِ یارِ یگانہ ام
فریاد خیزد از درو دیوارِ خانہ ام

محبوب سے دوری کے باعث میرے در و دیوار سے گھنگھرو کی طرح نالہ نکلتے ہیں۔

....

۱۵۵۔ میر کاظم شرر

نمیخواہد دلم زخمیکہ با مرہم بُوَدْ کارش
من و آسایش و دردی کہ از درمان بوَد عارش

میرا دل ایسے زخم کا طالب جس کو مرہم کی حاجت ہو۔ میرے درد کو ہر درمان سے شرم آتی ہے۔

....

۱۵۶۔ میر سعد محمد شُعلہ

آن بخت نداریم کہ ہم بزمِ تُو باشیم
ما و سرِ راہی تو و آہی و نگاہی

میری قسم میں تیری صحبت کہاں میں ہوں میری قسمت میں تو تیری راہ میں، آہ، کرنا ہے اور تیری ایک نگاہ غلط انداز سے حظ اٹھانا ہے۔

....

۱۵۷۔ شکوہی

فتنہ بازاری بچمش داشت بچشمش پرسیدم کہ چیست
گفتہ آشوب از برای روز محشر میخرم

بازار میں اسکی آنکھوں میں فتنہ کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا میں نے یہ محشر کے لئے سامان خرید رکھا ہے۔

....

۱۵۸۔ میر صبری صفاہانی

من بہ پیشش دردِ دل گویم بصد امیدوار
منتظر کین گفتگوی من بہ پایان کی رسد

میں تو سینکڑوں امیدوں سے اس کے سامنے دردِ دل بیان کرتا ہوں اور اس کا حال یہ ہے کہ وہ اس انتظار میں رہتا ہے کب میری بات ختم ہو۔

مجنون بہ ریگِ بادیہ غمہای خود شمرد
یادِ زمانۂ کہ غمِ دل حساب داشت

مجنوں صحرا کی ریت پر لکیریں کھینچ کر اپنا غمِ دل شمار کرتا تھا اب وہ زمانہ گیا کہ غموں کا حساب ہوسکتا تھا۔

نکرد خاطرم ای خوشدلی چہ می کردی
کدام روز تُرا بامن آشنایی بود

اے خوش دلی تو نے کبھی میری خاطر و تواضع نہ کی کس دن تجھے مجھ سے آشنائی تھی یعنی کبھی بھی تو مجھ سے آشنا نہ ہوئی۔

....

۱۵۹۔ صفری ساوَجی

دل گر سر از رضای تُو پیچید بگذراں
بامن کہ بود نیز بہ فرمان ما نبود

اگر میرا دل تیرے منشا سے روگردانی کرتا ہے تو اس کو معاف کر دے کیونکہ وہ جب میرے پاس تھا تو میرے کہنے میں بھی نہ تھا۔

....

۱۶۰۔ صلحی ماژندرانی

صلحی تُرا کہ طاقتِ روزِ وصال نیست
در حیرتم کہ در شبِ ہجران چہ می کنی

صلحی تجھ میں روز وصال برداشت کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے مجھے حیرت ہے کہ تو شبِ ہجر میں کیا کرتا ہوگا۔

....

۱۶۱ ۔ حاجی محمد صادق

در خانۂ شکستہ نگیرد کسی قرار
ترسم کہ رفتہ رفتہ غم از دل بَدَرْ شوَد

شکستہ مکان میں کوئی نہیں ٹھہرتا اس لئے مجھے ڈر ہے۔کہ رفتہ رفتہ دلِ شکستہ سے

تیرا غم بھی نہ نکل جائے۔

چہ شُد گر غیر جا در بزمِ آن پیمان شکن دارد
دو روزی دیگر آن بیچارہ ہم احوالِ من دارد

اگر آج اس پیماں شکن کی بزم میں رقیب کی پذیرائی ہے تُو کیا حاصل ۔ دو دن کے بعد اس بچارے کا بھی وہی حال ہوگا جو میرا ہوا۔

زکویت می برد امروز فردا غیرتِ عشقم
اگر چہ زندگانی بی تو دشوار ست میدانم

عشق کی غیرت آج ہی کل میں تیرے کوچے سے نکلنے پر مجبور کر دے گی۔گو یہ معلوم ہے کہ تیرے بغیر زندگی دشوار ہے۔

....

۱۶۲۔ محمد صادق

ہر زمان دستِ تو در گردنِ خود می بیند
این چہ اقبال بلند است کہ مینا دارد

مینا کا نصیب کتنا بلند ہے کہ ہر وقت تیرا ہاتھ اس کی گردن میں رہتا ہے۔اے کاش یہ مسرت مجھے بھی حاصل ہوتی۔

....

۱۶۳۔ میرزا محمد علی صائب تبریزی

اگر تُو دامن خود را بدستِ ما ندہی
ز دستِ ما نگرفت است کس گریبان را

اگر تو اپنا دامن میرے ہاتھ میں نہیں دیتا تو کسی نے میرے گریباں کو تو میرے ہاتھوں سے نہیں چھین لیا۔

بقول غالب

نہ لڑ ناصح سے غالبؔ کیا ہوا گر اس نے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریباں پر

تمام از گردشِ چشمِ تُو شد کارمن ای ساقی
زدستِ من بگیراین جام را کز خویشتن رفتم
سودا نے صائب کے شعر کا ترجمہ یوں کر دیا: شعر

کیفیتِ چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

سودا

قمریاں پاسِ غلط کردۂ خود می دارند
ورنہ یک سروِ درین باغ باندام تو نیست
سرو سے قمریوں کا انکی غلطی کی پاس داری کا نتیجہ ہے حق تو یہ ہے کہ باغ کا کوئی سرو بھی تیرے جسم کی دلآویزی کو نہیں پہنچتا۔

مارا ز شبِ وصل چہ حاصل کہ تُو از ناز
تابندِ قبا باز کنی صبح دمید است
مجھے شبِ وصل سے بھی کیا حاصل ہونے والا ہے تیرا بندِ قبا کھلتے کھلتے تو صبح ہو جاتی ہے۔یعنی تیرا بند قبا کھلنے میں اتنی دیر لگتی ہے کہ صبح ہو جاتی ہے۔
"تابند قبا باز کنی" جب تک تو بند قبا کھولتی یا تیرا بندِ قبا کھلتے کھلتے یا تیرا بند قبا کھلتے ہی تیرا پُر نور بدن اندھیرے کا کافور کر دیتا ہے اور سیاہ شب صبح کے منظر میں بدل جاتی

ہے نہایت خوبصورت شعر ہے۔

چشمِ شوخِ تُو برہمزنِ مژگان گردد
دو جهان فتنه بهم دست و گریبان گردد

جب تیری آنکھ جھپکتی ہے تو دو جہاں کے فتنے دست و گریباں ہو جاتے ہیں۔ یعنی تیری آنکھوں میں دو جہانوں کے فتنے خوابیدہ ہے۔

جای نمی روی که دلِ بد گمانِ ما
تا باز گشتن تو بصد جا نمی رَوَدْ

تو جہاں بھی جاتا ہے جب تک واپس نہیں آجاتا میرا بدگماں دل سو جگہ گھوم آتا ہے یعنی اس جستجو میں کہ تو کس کے گھر گیا تھا۔

آنکه منعِ من مخمور ز صهبا می کرد
لبِ مے گونِ تُرا کاش تماشا می کرد

جو شخص مجھ مخمور کو مے نوشی سے منع کرتا ہے کاش وہ تیرے لبِ میگوں کو دیکھ لیتا تو مجھ کو معذور سمجھتا۔

ای قاصد اگر نامۂ دلدار نیاری
از بهرِ تسلّی ز زبانش سخنی گو

اے قاصد اگر تو معشوق کی طرف سے کوئی نامہ نہیں لایا تو بھی میری دلجوئی کے لئے محبوب کی زبان سے کوئی بات کہہ دی (یعنی محبوب سے مبسوب کر کے کوئی جھوٹی بات ہی کہہ دے)۔

نه ذوقِ بودن و نه روی باز گردیدن
چو خنده بر لبِ ماتم رسیده را مانم

نہ ٹھہرنے کا ذوق ہے نہ لوٹ جانے کی گنجائش ۔میرا حال بھی اب ماتم رسیدہ کی ہنسی کی طرح ہے کہ لب پر آنے سے اسکو روک بھی نہیں سکتا اور کھل کر ہنس بھی نہیں سکتا۔

مرا خود نیست یارای سوال آخر چہ می گویی
اگر پرسد گناہِ من کسی روزِ سوال از تُو

مجھ میں خود تو تجھ سے پوچھنے کی ہمت نہیں اگر کوئی حشر کے دن میری طرف سے تجھے پوچھے کہ میں نے کیا قصور کیا تھا۔تو تیرے پاس اسکا کیا جواب ہوگا۔

چہ عجب اگر نسوزد دلِ کس ز آہِ سردم
نرسیدہ ام بجای کہ کسی رَسَدْ بَدَرْدَم

اگر میری آہ کسی کے دل میں سوز نہیں پیدا کرتی تو تعجب کی بات نہیں ۔میں ابھی اس مقام پر نہیں پہنچا کہ میری آہ درد پیدا کرتی۔

تیغ از گلوی سوختگان تند نگذرد
آب از زمین تُفتہ بہ لنگر کند گذار

سوکھی زمیں سے پانی رک کر ہی آگے گذرتا ہے ایسے ہی سوختہ جانوں کے گلہ سے تیر بھی نہیں پار نہیں ہوتا۔ہائے ہائے۔

....

۱۶۴۔میر صیدی

در بزم او مجال نشستن نیافتم
چون نرگس ایستادہ کشیدیم جام را

اس کی بزم میں کیا مجال کہ بیٹھ سکوں نرگس کی طرح کھڑے ہاتھ میں جام رکھتا ہوں۔

از رہ نمیرود بوفای کسی کہ مپرس
این دل کہ آشنای قدیمِ جفای تُست

یہ دل جو تیری جفاؤں کا مدتوں سے عادی ہے دوسروں کی وفاؤں سے بھی اپنی راہ سے نہیں ہٹتا۔یعنی دوسروں کے وفاؤں کے مقابلہ میں تیری جفا کا عادی ہے۔

با توگر دعوی خونم بگواہ انجامد
نیست ممکن کہ برائ تو صد ایمان نَرَوْ

اگر گواہوں کی شہادت سے میرے خون کا دعوی ثابت ہوسکتا ہے ایسا ہو نہیں ہوسکتا کہ تیرے لئے سینکڑوں ایماں ضایع نہ ہو جائیں۔یعنی تیرے لئے لوگ جھوٹی گواہی دے کر میرے خون کو ثابت نہیں ہونے دیں گے۔

انصاف تُو ای محنتِ ہجران بکجا رفت
ہر چند گرانجانی ما تابِ تو دارد

اگر چہ میری سخت جانی نے تجھے برداشت کرلیا ہے۔لیکن اے محنتِ ہجران تیرے انصاف کو کیا ہوا ہے۔

صیّادِ ما بنای ستم تازہ کردہ است
مُرغی کہ پر شکستہ شَوَد آزاد می کند

صیاد نے یہ نیا طرز ستم ایجاد کیا ہے۔کہ جو مرغ پر شکستہ ہو جاتا ہے وہ اس کو رہا کردیتا ہے۔

افسوس کہ شُد آئینۂ خیرہ نگاہان
روی کہ نگہ کردنش از دور ستم بود

جس لطیف چہرہ پر دور سے نگاہ ڈالنا ظلم تھا افسوس کے وہ اندھی نگاہوں کا آئینہ بن گیا۔

برقع بہ رُخ افگندہ برُد ناز بباغش
تا نگہتِ گل بیختہ آید بدماغش

وہ باغ میں ناز سے اس لئے برقع پہن کر جاتا ہے کہ نگہتِ گل بھی چھن کر آئے۔

کم طالعی نگر کہ من و یار چون دو چشم
ہمسایہ ایم و خانہ ہم را ندیدہ ایم

میری یہ بدنصیبی بھی قابل دید کہ میں اور محبوب دونوں آنکھوں کی طرح ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کا گھر نہیں دیکھ سکتے۔

از طرزِ وعدہ یافتم ای بیوفا کہ تو
می آی آن زمان کہ نہ آیی بکارِ من

مجھ کو تیرے وعدے کے طرز ہی سے اندازہ ہو گیا تھا کہ تو اس وقت میرے پاس آئیگا جب میرے کام نہ آسکے گا یعنی وقت پیری یا بعد از مرگ ہی آئے گا۔

عشق من کرد ترا شہرۂ وحسنِ تُو مرا
ہر دو رُسوای ہمم ازچہ تو تنہا رنجی

میرے عشق نے تجھے مشہور کیا اور تیرے حسن نے مجھے، ہم دونوں رسوائی میں شریک ہیں محض تو کیوں رنجیدہ ہے۔

ہر کس نظر کند بتو عاشق گمان کنی
بے آنکہ یک رَہِش بجفا امتحان کنی

جس کی نظر بھی تجھ پر پڑ جاتی ہے اس کو تو جفا سے امتحاں کئے بغیر عاشق سمجھ لیتا ہے۔

از سرِ باغ بی تو چہ دل وا کند کسی
با چشم منتظر چہ تماشا کند کسی

تیرے بغیر باغ کی سیر سے دل کس طرح کھل سکتا ہے۔ انتظار کر رہی آنکھوں کے ساتھ بھلا کیا نظارہ دیکھا جا سکتا ہے۔

....

۱۶۵۔ ملا صہبائی

از شرمِ ابروانِ مہِ من ہلالِ عید
خود را چنان نمود کہ دید کس ندید

عید کا چاند کسی کو نظر آتا ہے کسی کو نہیں۔ محبوب کے ابروؤں کو دیکھ کر ماہِ نو شرم کے مارے کھل کر سامنے نہیں آتا۔

....

۱۶۶۔ ملا محمد صوفی

چہ سود ازینکہ عتابِ تو خندہ آمیز است
کہ زہر کارگریست ار چہ در شکر باشد

اس سے کیا حاصل کہ تیرے غصہ میں ہنسی کی آمیزش ہے زہر اگر چہ شکر میں ملا ہو اپنا کام کر جاتا ہے۔

....

۱۶۷۔ صبوری تبریزی

از رشک کہ سوزم کہ پنہان کُنَمت
در ہیچ دلی نیست کہ جای تو نہ باشد

میں کس کس کے رشک میں جلوں اور کس کس سے تجھے چھپاؤں کوئی دل بھی تو ایسا نہیں ہے جس میں تیری یاد نہ ہو۔

طرفہ حالیست کہ عاشق شبِ ہجران دارد
خواب نا کردن وصد خوابِ پریشان دیدن

....

۱۶۸۔ ضمیری ہمدانی

خوش حال آنکہ او بہ ترا دیدو جان سپرد
آگہ نہ شد کہ ہجر کدام و وصال چیست

سب سے خوش نصیب وہ ہے کہ جس نے تجھ کو دیکھتے ہی جان دیدی اور جو نہ ہجر سے واقف ہے اور نہ ہی وصال سے۔

فریاد ازان لحظہ کہ دردِ دلم آن شوخ
پُرسد زمن و قوتِ گفتار نہ باشد

وہ وقت بھی کیسی بے بسی کا ہوگا کہ محبوب میرا دردل پوچھے اور مجھ میں بیان کرنے کی سکت نہ ہو۔

چو می بینم کسی از کوی او دلشاد می آید
فریبی کز تُو اوّل خوردہ بودم یاد می آید

جب میں کسی کو اس کے کوچہ سے خوش حال آتا دیکھتا ہوں تو مجھے وہ دھوکہ یاد آجاتا ہے جو میں نے تجھ سے پہلی مرتبہ کھایا تھا۔

چو برخیزد زخوابِ ناز و بیند سوی خود رویم
بہانہ چشم مالیدن کند تا ننگرد سویم

جب وہ خوابِ ناز سے اٹھتا ہے میرا منہ اپنی طرف دیکھتا تو آنکھ ملنے کا بہانہ ہے یعنی میری طرف دیکھنے سے جان بوجھ کر احتراز کرتا ہے۔

چہ حیاست اینکہ گاہی اگرم ز حال پُرسی
بہزار رنگ کردی بصد انفعال پُرسی

یہ کونسی حیا ہے کہ جب مجھ سے حال پوچھتا ہے تو کئی رنگ بدلتا ہے اور بہت پشیماں ہو کر پوچھتا ہے

....

۱۶۹۔ ضیاءالدین صابری

نہ از ناز است اگر حرفش بلب دیر آشنا گردد
سخن را دل نمی خواہد کزان لب ہا جُدا گردد

معشوق کی کم سخنی ناز کی وجہ سے نہیں بلکہ الفاظ اسکے لبوں کی حلاوت کے باعث جدا ہی نہیں ہوتے اس لئے دیر سے بات کرتا ہے۔

....

۱۷۰۔ آقاطاہر

جلوہ زلف شاہدی برد دلِ رمیدہ را
پے بہ کجا بُرَد کسی مرغِ بشب پریدہ را

ایک حسین کی زلف کا جلوہ میرے دل کو جھپٹ لے گیا۔اس کا ملنا دشوار ہے کہ کہ سیاہ رات کو جو چڑیا اڑ جائے اس کو نہیں پکڑا جاسکتا۔

....

۱۷۱۔ طالب آملی

من و شوخی کہ اسیتلای حُسنش درصفِ محشر
شکایت شُکر سازد بر زبانہا داد خواہاں را

میرا سابقہ ایسے محبوب سے ہے اس کے حسن سے ہر مغلوب داخواہ شکایت کو شکر

سے بد دیتا ہے۔یعنی محشر میں بھی دادخواہی کی امید نہیں۔

نومیدی از وصالِ تو طاقت گداز بود
صد جا گرہ زدیم امیدِ بریدہ را

ترے وصال سے نا امیدی بڑی صبر آزما ہوگئی ۔اس لئے میں ٹوٹی ہوئی امیدوں کوسو جگہ گرہ لگائی ہے یعنی امید ختم نہ ہو۔

عشق را بر سرِ بالینِ من آرید بعجز
کین طبیبست کہ مشہور بہ یمن قدم است

عشق کی منت سماجت کر کے کسی طرح میرے سرہانے کے کیونکہ اس طبیب کے قدم کی برکت مشہور ہے۔یعنی مجھے شفا اسے سے ملی گی۔

چون شکر آن کنیم کہ بر بیدلانِ شوق
جورِ تو ہمچو لطفِ خدا کم نمی شَوَد

اس کا شکر کیسے کروں کہ بیدلان شوق پر خدا کی طرح تیرا جور کم نہیں ہوتا۔

بی طراوت ہمچو برگِ سبزۂ بی شبنم است
گوشۂ دامانِ مژگانِ کہ اشک آلودہ است

جو مژگان اشک آلودہ نہیں ہے۔وہ اس سبزے کی طرح بے طراوت ہے جس پر شبنم نہ پڑی ہو۔

باصد کرشمہ بتِ مست می رَوَد
خود می کند خرام و خود از دست می رَوَدْ

وہ بدمست بت سینکڑوں کرشموں اور ناز سے چلا جاتا ہے۔خود ہی خوشخرامی کرتا ہے اور خود ہی قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔

خزان رسید و بوی رفتہ بہار رفتہ ہنوز
ذخیرہ ہای جنون در دماغ و دل دارم

خزاں کا موسم آگیا لیکن بہارِ رفتہ کی خوشبو کے اثر سے میرے دل و دماغ میں اب بھی بڑا ذخیرہ جمع ہے۔ یعنی بہار کا اثر ابھی میرے دل و دماغ میں بدستور قائم ہے۔

مُردم ز رشکِ چند بہ بینم کہ جام می
لب بر لبش گذارد وقالب تہی کند

میں رشک میں مرا جاتا ہوں کہ معشوق جام شراب ہونٹوں پر رکھ جام خالی کر دیتا ہے۔ کاش میں اسکے لبوں پر ہونٹ رکھ کر اپنی جان دے دیتا۔

دلی دارم کہ در آغوش ِمرہم خفتہ ناسورس
نمک میکوبد وخمیازہ برخمیازہ می ریزد

میرا دل مرہم کی آغوش میں سورہا ناسور ہے (میرا مسیحا و محبوب علاج کے لئے) نمک کوٹتا ہے اور جماہی پر جماہی لیتا ہے۔

نالہ ی مرغ چمن گم کردہ سیر آہنگ نیست
واگذارید ای نوا سنجان بہ خاموشی مرا

اس مرغ چمن کی نالہ وزاری جو اپنے چہچہانے کا معمول کا طریقہ کھو بیٹھا ہے کوئی آہنگ یا دل کو چھو دینے والا نغمہ نہیں ہے۔

اے نوا سنج (نغموں کا معنی و مفہوم سمجھ کر اس سے لطف اٹھانے والے) مجھے خاموشی پر آمادہ کرو۔

بخون طپیدۂ شمشیر رشک میداند
کہ روزِ ماتم فرہاد عیدِ پرویز است

خون گرم کی شمشیر قابل رشک ہے فرہاد کا روز ماتم پرویز کی عید ہے

....

۱۷۲۔ طوفی تبریزی

بدشواری از و قطعِ نظر کردم ولی ہر گہ
بخاطر میرسد بی اختیارم گریہ می آید
بڑی مشکل سے قطع نظر کیا جب محبوب کی یاد دل کو ستاتی ہے تو بے اختیار آنسو نکلتے ہیں۔

جدائی از تو بناکام در اوائل عشق
چنان بود کہ بحسرت کسی جوان میرد
تیرے ناکام عشق کے لئے پہلے جدائی جوانی کے موت کی صدمے جیسی تھی

....

۱۷۳۔ میر فائض گیلانی

نمیدانم زمنعِ گریہ مطلب چیست ناصح را
دل از من دیدہ از من و کنار از من
ناصح مجھے رونے سے کیوں منع کرتا ہے دل میرا ہے آنکھیں میری ہیں دامن میرا ہے یعنی اسکا کیا جاتا ہت

....

۱۷۴۔ طاہر عطا

از فریبِ باغبان غافل مشو ای عندلیب
پیش از ین من ہم درین باغ آشیانی داشتم
اے بلبل باغبان کے فریب سے غافل نہ ہواس سے پہلے میرا بھی آشیانہ باغ میں تھا

....

۱۷۵۔ ظہوری نورالدین

باکم سخنیش می توان ساخت
این ست بلا کہ کم نگاہ است

ظہوری

بر جگر تشنگیِ خضر دلم می سوزد
کہ ز سر چشمۂ تیغی دمِ آبی نچشید

خضر کی اس جگر تشنگی پر میرا دل جلتا ہے کہ اس نے تلوار کے سر چشمہ کا پانی نہیں چکھا۔

لذت سے نہیں خالی جانوں کا کھپانا
کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزہ جانا

میر

خفتہ بودی کہ لبت بوسیدم
قند دُزدی چہ بلا شیرین است

....

۱۷۶۔ عبدالوہاب عتابی

بہ تو چون رسد مریضی کہ ز فرطِ ضعف جانش
ز دلِ فگار تا لب لب بہزار کا نشستہ

وہ مریض تجھ تک کس طرح پہنچ سکتا ہے کہ ضعف سے جس کی جان دل سے لب تک می ہزار جگہ دم لیتی ہے۔

....

۱۷۷۔ میر عبائی

ز ہلاک نیست باکم غمِ آن کند ہلاکم
کہ بمیرم و بکام دگران گذارم اور را

مجھے مرنے کا غم نہیں لیکن یہ غم مجھے مارے ڈالتا ہے کہ میں مر جاؤں اور محبوب دوسروں کے لئے چھوڑ جاؤں۔

....

۱۷۸۔ زین الدین عرفی

خاطرم از پُرزشِ روز جزا ہم جمع نیست
بسکہ می بینند مردم درمیان روی ترا

روز جزا کی پُرسش سے میرا دل مطمئن نہیں کہ وہاں لوگوں کے ہجوم میں تیرا چہرہ دیکھوں گا۔ یعنی ایک تو رقیبوں کے سامنے روبرو ہونا پڑے گا دوسرے انصاف میں خلل کا اندیشہ ہے۔

رفت آن آفتِ دین از برم ای ہوش بیا
تا ببینم کہ چہا بر سرِ ایمان رفتہ است

وہ آفت دین دل سے چلی گئی ہے اب تو واپس آ کہ پتہ چلے ایمان پہ کیا گذری۔

گرفتم اینکہ بہشتم دہند بی طاعت
قبول کردن و رفتن نہ شرط انصاف است

ہم نے مانا کہ وہ بہشت بغیر عمل کے دیں گے لیکن اسے قبول کرنا نانصافی ہے۔

یک سجدہ ی مستانہ و صد سال بطاعت
فہمیدنِ این مسئلہ موقوفِ دو جام است

اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ایک سجدۂ مستانہ سو سال کی عبادت کے برابر ہے۔

خونابۂ حسرت چکدم از مژہ ہر گاہ
بینم کہ خداوندِ کسی بندہ نواز است

جب میں دیکھتا ہوں کہ کسی کا آقا بندہ نواز ہے تو میری آنکھوں سے حسرت کا خونابہ نکلتا ہے۔

گمان مبر کہ تو چون بگذری جہان بگذشت
ہزار شمع بکشتند انجمن باقیست

یہ گمان مت کرو کہ تمہارے جانے سے دنیا ختم ہو جائے گی ہزار شمع بجھنے پر بھی بزم عالم کی رونق نہیں جاتی۔

بقول شاعر

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کی
ہزاروں اٹھ گئے لیکن وہی رونق ہے مجلس کی

میروی باغیر و میگویی بیا عرفی توہم
لطف فرمودی بروکین پای را رفتار نیست

محبوب رقیب کے ساتھ جا رہا ہے اور کہتا ہے عرفی تو بھی آ بڑی مہربانی مگر میرے پاؤں میں چلنے کی رفتار نہیں۔

دو عالم از اثرِ شعلۂ جمالت سوخت
بجز متاعِ محبت کہ در پناہِ من است
دیتِ قتلِ من اینست کہ روزِ جزا
بزنم دست بدامانش و دامن بکشد

روز قیامت میرا خونبہا یہ ہے میں اسکا دامن کھینچنا چاہوں اور وہ دامن کھینچ لے۔

بلحد چگونہ زین غم دلم آرمیدہ باشد
کہ لبی چنان بمرگم چو تو ہی گزیدہ باشد

دہن خویش ببوسند و لبِ خود بمکند
چون در آئینہ بہ بینند بتان صورتِ خویش

گنہے میکشند بر دارم
کہ از نہ کردنِ آن قتل را سزاوارم

تو و بزمِ عیش عرفی من و کوچہ ی کہ ہر سو
سرِ خون چکان فتادہ دلِ بینوا نشستہ

عرفی تو اور بزم عیش مبارک ہو میں ہوں اور وہ کوچہ جہاں جہاں ہر طرف خوں چکاں سر اور بینوا دل پڑے ہیں۔

چشمم نہ بہرِ خویش دمِ نزع تر شَوَد
ترسم کہ من بمیرم و غم در بدر شَوَد

نزع کے وقت اس خوف سے روتا ہوں کہ میرے بعد غم کا ٹھکانہ نہ رہے گا

بقول غالب

آئے ہے بیکسیِ عشق پہ رونا غالب
کس کے سر جائے گا سیلابِ بلا میرے بعد

بیا ای عشق رسوای جہانم کُن کہ یک چندی
نصیحتہای بیدردان شنیدن آرزو دارم

مجھ کو بیدروں کی نصیحت سننے کی آرزو ہے اس لئے اے عشق آ کر مجھے ساری دنیا میں رُسوا کر دے یعنی تا کہ ناصحوں کو نصیحت کا موقع ملے۔

خوش آن ساعت کہ می رفتی و طاقت می رمید از من.
تغافل از تو می بارید و حسرت می چکید ازمن

عرفی

وہ وقت بھی کتنا اچھا ہوگا تم جا رہے ہو اور میری طاقت جواب دے رہی ہو تیری طرف سے تغافل برس رہا ہو اور میری طرف سے حسرتیں برس رہی ہو۔عرفی کے بعض خوبصورت اشعار:

ہر گز مگو کہ کعبہ ز بُتخانہ خوشتر است
ہر جا کہ ہست جلوۂ جانانہ خوشتر است

یارب چہ بلاییست کہ در مذہب خوبان
دُشنام حلال است و شکر خندہ حرام

ہر گاہ کہ از مہر بکین میل تُو بیش است
اول نمکِ سینۂ ما پاش کہ ریش ست

از خاکِ کشتگانِ تو ہر گل کہ میدمد
معلوم میشود کہ دل پارۂ کسی ست

عرفی بحال نزع رسیدی و بہ شدی
شرمت نیامد از دلِ امید وار دوست

....

۱۷۹۔ علاجی صفاہانی

خوش آن کسیکہ اگر ماندش ز دوست پیام
دہد قرار کہ بر قاصد اعتماد نکرد

خوش قسمت وہ ہے کہ دوست سے خود پیغام سن کر سکون حاصل کرے کیونکہ قاصد کا کوئی بھروسہ نہیں۔

....

۱۸۰۔ ملاعلی

نشد کہ از سرِ ما فتنہ دست بردارد
بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیدا است

مجھے فتنہ سے نجات نہیں ملی میں جہاں گیا فتنہ پردازی کیلئے آسمان پیدا ہوگیا۔

....

۱۸۱۔ نعمت خان علی

من و این مہربانیہای او قاصد چہ میگویی
مساز از پیشِ خود حرفی کہ میدانم زبانِ او

میں اور اس کی یہ مہربانیاں تو کیا کہتا ہے قاصد اپنی طرف سے مت باتیں بنا میں اس کی زبان پہچانتا ہوں۔

حسرت این است کہ صیاد مرا چندانی
در قفس داشت کہ راہِ چمن از یادم رفت

افسوس کی بات یہ ہے کہ صیاد نے مجھے اتنے دن تک قفس میں رکھا ہے کہ چمن کا راستہ ہی بھول گیا

فتنہ در چشم نگار است چہ می باید کرد
گردشِ لیل و نہار است چہ می باید کرد

از پی او روان شدم دست زدم بدامنش
کرد تبسّمی بمن رُو قفا کہ این چنین
میں اسکے پیچھے چل رہا تھا کہ اسکا دامن تھاموں وہ منہ پھیر کر مسکرا دیا کہ کہ یوں

غالب

میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
ہنس کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں

....

۱۸۲۔ عالی داراب جزوی

داری ہوس کہ غیر برای تو جان دہد
آہ این چہ آرزو است مگر مردہ ایم ما
تو چاہتا ہے کہ رقیب تیرے لئے جان دے کیا ہم مر گئے ہیں

میر

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
ای کشتہ ی ستم تری غیرت کو کیا ہُوا

میر

....

۱۸۳۔ ناصر علی

درِ فیضیست منشین از کشایش نا امّید اینجا
برنگِ دانہ میروید زہر قفلی کلید اینجا

یہ فیض کا دریا ہے اس لئے کشود کار سے ناامید نہ ہو یہاں دانہ کے قفل سے (پٹھا) چابی اگتی ہے۔

رہائی دادہ بر پا رشتہ ی پیچیدہ صیّادم
کہ تاباشد وبالِ خونِ من بر گردنِ خویشم

صیاد نے پاؤں میں دھاگا باندھ کر رہا کر دیا ہے تا کہ میرے خون کا وبال میری گردن پر رہے۔

از خود ای بی خبر اکنون کہ شدی پیر بر آ
جمع کن خاطر و چون روغن ازین شیر بر آ

خود نمائیست گذشتن ز لباسی کہ تراست
از تہِ پیرہن خویش چو تصویر بر آ

....

۱۸۴۔ علی عظیم

از بیابانِ عدم تا سرِ بازارِ وجود
بتلاشِ کفنی آمدہ عریانی چند

عدم سے دنیا کے بازار میں کچھ عُریاں کفن خریدنے کے لئے آئے ہیں۔

....

۱۸۵۔ میر عبدالحسین

پا در حریمِ محفلِ دلہا شمردہ اند
آہستہ باش تا نہ زنی شیشہا بہم

حریم دل کی محفل میں قدم گھنے جاتے ہیں اس لئے آہستہ چلو کہ تیز رووی سے دل کے آب گینوں کو ٹھیس نہ لگ جائے۔

خیالِ خاطرِ احباب چاہئے ہے ضرور
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

انیس

میر تقی میر نے یہی خیال اسی فارسی شعر سے لیا ہے:

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

میر

می شوم گستاخ ہر گہ مہربانی می کند
اُو بہ من کم لطفی از بسیار دانی می کند

اس کی مہربانی مجھے بے تکلف کر دیتی ہے وہ بسیار دانی کے وجہہ سے لطف کم کر دیتا ہے۔

....

۱۸۶۔ غزالی مشہدی

حسن شہرت عشق رُسوائی تقاضا میکند
جرم معشوق و گناہِ عاشق بیچارہ چیست

حسن شہرت اور عشق رسوائی طلب کرتا ہے تو پھر عاشق و معشوق نے کونسا جرم کیا۔

شوری شد و از خوابِ عدم دیدہ کشودیم
دیدیم کہ باقی ست شبِ فتنہ غنودیم

شور سن کر خواب عدم سے بیدار ہوا دیکھا کہا بھی شب فتنہ کا شور باقی ہے تو پھر اونگھ آ گئی۔

چرخ فانوسِ خیال و عالمی حیران درو
مردمان چون صورتِ پروانہ سرگردان درو

بسی پیچ و تاب افتاد زلفِ ہمچو زنجیرش
مگر دستِ قضا لرزید در ہنگامِ تحریرش

....

۱۸۷۔ غضنفری

یارانہ با رقیب بسی گفتگو کنم
تا درمیانِ تفحّصِ احوالِ او کنم

میں رقیب سے اس لئے دوستانہ باتیں کرتا ہوں تا کہ اس سے محبوب کے حالات کا پتہ چلے۔

....

۱۸۸۔ غیرتی شیرازی

عمری گزشت و راہِ سلامی نیافتم
شرمندۂ دلم کہ چہا در خیال داشت

عمر ہوئی سلام کی راہ و رسم بھی نہیں ہو سکی شرمندہ ہوں کو کس کی فکر میں رہا۔

چو بیخبر شوم از دیدنِ تو رشک برم
کہ درمیانِ تو و دل چہ راز میگذرد

جب تجھے دیکھ کر بیخبر ہو جاتا ہوں اس گھڑی پر رشک آتا ہے کہ تیرے اور دل کے درمیان کیا کیا سرگوشی ہوئی ہوگی۔

....

۱۸۹۔ غیاثائی حلوایی

چو مرگم شد یقینت لطفہا کردی کہ می بخشد
مریض مردنی را ہر چہ در دل آرزو باشد

جب میری موت کا یقین پکا ہوگیا تو اانے مہربانی کی کیونکہ مرنے والے کی آخری آرزو پوچھی جاتی ہے۔

....

۱۹۰۔ سرخوش

بعد ازین در عِوضِ اشکِ دل آید بیرون
آب چون کم شَود از دجلہ گِل آید بیروں

ہمرہِ نعشم بیا تا بَسرِ تُربتم
باتُو غنیمت بود یک دو سہ گامی دگر

میرے جنازہ کے ہمراہ آتا میری تُربت پر تیرا دو تین قدم ساتھ چلنا غنیمت ہے

....

۱۹۱۔ غنی کشمیری

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن
کہ روشن نہ کرد نورِ دیدہ اش چشمِ زلیخا را

پیرکنعان کا توز دیکھنے کے قابل ہے اس کے نور دیدہ (یوسف) زلیخا کی آنکھوں کو روشن کیا۔

جان بلب از ضعف نتوانم رسید
ما بزورِ ناتوانی زنده ایم

میری جان میں ضعف کی وجہ سے لب تک آنے کی بھی طاقت نہیں ہے میں ناتوانی کے زور سے زندہ ہوں

حسنِ سبزی بخطِ سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگِ زمین بود گرفتار شدم

حسن نے آغاز جوانی میں سبزہ رخ کا جال بچھایا یہ دام ہمرنگ زمین تھا یعنی پر فریب اور میں قید ہوگیا۔

عزت شاه و گدا زیرِ زمین یکسان ست
میکند خاک برای ہمہ کس جا خالی

....

۱۹۲۔ محمد اکرم غنیمت کنجاہی

نگردد قطع ہر گز جادۂ عشق از دویدن ہا
کہ می بالد بخود این راه چون تاک از بریدن ہا

قطع کی مناسبت سے بریدن لایا ہے

ترا چہ غم کہ ترا ہر کسی بجای من است
مرا ست غم کہ مرا ہیچ کس بجای تو نیست

....

۱۹۳۔ اسمعیل غافل

کار آسان نیست بی او زیستن
سخت جانیہا حسابِ دیگر است

اس کے بغیر جینا آسان کام نہیں، سخت جانیوں کا حساب علاوہ ہوگا۔

....

۱۹۴۔ فرخی

تجھے کیا غم ہے تجھے مجھ سے بہت ملتے ہیں غم مجھے ہے کہ میرے لئے تیرا بدل نہیں۔

....

۱۹۵۔ فغانی شیرازی

خوبی ہمین کرشمۂ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہ ہا است بتان را کہ نام نیست

حسینوں کی خوبی محض کرشمۂ ناز اور طرز خرام نہیں ان کی ان کی بہت سے ادائیں ایسی ہیں جن کو نام لے بتایا نہیں جا سکتا۔

بروزِ حشر فغانی ز باز پُرس مترس
تُو بے کسی و غریبی تُرا چہ می پُرسد

فغانی حشر کی باز پرس سے مت ڈر وہاں تیرے جیسے کو کون پوچھے گا۔

چو شبنم صبحدم گریان بگلگشتِ چمن رفتم
نہادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

صبح کے وقت میں شبنم کی کی طرح چمن میں سیر کے لیے گیا اور کسی گل رو کی یاد میں پھول پر رخسار رکھ کر از خود رفتہ ہوگیا۔

بزعم من کشد بر دیگران شمشیر و می ترسم
کہ در روزِ جزا خواہند خون صد شہید از من

وہ دوسروں کو مجھ جیسا سمجھ کر قتل کرتا ہے روز جزا سینکڑوں شہید مجھ سے خون کا مطالبہ کریں گے کیونکہ میری وجہہ سے وہ قتل ہوئے۔

در مذہبِ ما ہر چہ بجز دوست حرام است
گر خود ہمہ ذوقِ طلبِ اوست حرام است

ہمارے مذہب میں دوست کے سوا ہر چیز حرام ہے حتیٰ کہ اُس کی طلب بھی۔

....

۱۹۶۔ فارغی تبریزی

ہر کس کہ جان سپرد حیاتِ ابد گرفت
از ہیچ کُشتہ قاتل ما شرمسار نیست
منادی میکند امروز تارِ سرِ زلفش
کہ بی ایمان بمیرد ہر کہ ایمان رانگہدارد

....

۱۹۷۔ فصیحی ہروی

میرے مذہب میں دوست کے سوا جو کچھ بھی سب حرام ہے حتیٰ کہ اس کی طلب بھی حرام ہے۔(وہ بھی دوست کی غیر ہے)

غمہای مردہ در دلِ ما زندہ کرد ہجر
گویا شبِ فراقِ تُو روزِ قیامت است

تیرے ہجر نے مردہ غموں کو زندہ کردیا گویا شب فراق بھی قیامت ہے جس میں مردہ زندہ ہو جائیں گے۔

ترا چہ جرم کہ حکم غرورِ حسن این است
کہ وعدہ ہای تُو از صد یکی وفا نشود

اگر تو نے وردہ پورا نہیں کیا تو اس میں تیرا کوئی قصور نہیں کہ غرور حسن کا حکم ہے کوئی وعدیٰ پورا نہ کیا جائے۔

نالہای نو گرفتارانِ غم را لذّتی است
ورنہ این یک مُشتِ پر مقصودِ صیّادم نبود

نو گرفتاروں کے نالہ کی عجب ہی لذت ہے ورنہ صیاد کا مقصد محض مشت پر نہیں۔

گل و گلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

حالی

میدرد ہر دم گریبان فصیحی این زمان
سالہا دستی کہ در دامانِ نام و ننگ ونمود

فصیحی جو ہاتھ برسوں ننگ و نام کا دامن سنبھالے ہوئے تھا اب وہ ہر دم گریباں کو پھاڑتا ہے۔

فریبِ سعی فصیحی مخور کہ کعبہ ی وصل
بہ دل نوازیِ پای شکستہ می آید

اے فصیحی سعی کے فریب میں مت آیا، شکستہ پا شخص کی دلنوازی کے لئے کعبہ خود چل کر آتا ہے۔

میرا دل جتنے زخم کا طالب تھا وہ خنجر نہ دے سکی اس لئے ستم کیشوں کی مژگانوں کا ہدف بنایا۔

جان فدای جذبۂ حُسنی کہ ہر سو بنگرم
موکشان نظارہ ام را جانبِ خویش آورد

میں اس جذبۂ حسن کے صدقے کہ میں جس کی طرف نظر اٹھاتا ہوں وہ میرے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچے لاتا ہے۔

ملاحتِ تو گواہ است و شورہ بختی من
کہ با نمک سرشتند خاکِ آدم را

تیری ملاحت اور میری شورہ بختی گواہ ہیں کہ آدم کی خاک کو نمک سے گوندھا گیا۔

....

۱۹۸۔ حکیم فغفوری

تیری ملاحت اور میری شورہ بختی اس کی گواہ ہے کہ کارکنان قضا و قدر نے خاک آدم کو نمک سے گوندھا ہے۔

روزِ محشر چون بر آرم بانگ اینک قاتلم
شور بر خیزد کہ تہمت بر مسیحا بستہ ی

اگر میں حشر کے روز آواز دے کر بتاؤں کہ میرا قاتل یہی ہے تو اک شور بپا ہو جائے گا کہ تو مسیحا پر تہمت لگا رہا ہے۔

....

۱۹۹۔ شیخ ابوالفیض فیضی

نشمارید مردہ مجنون را
تا چو من خان و مان خرابی

ہمیشہ دست بسر میزنی چہ شُد
مگر زدستِ تو کارِ دگر نمی آید

فیضی سر پیٹتا رہتا ہے تجھے کوئی اور کام آتا بھی ہے کیا؟

بنالہ شہرتِ عشق است عندلیب ورنہ
نفس گداختہ مرغان درین درین چمن ہستند

نالہ کی وجہہ سے بلبل کا عشق مشہور ہے ورنہ چمن میں دلِ گداختہ اور بھی بہت ہیں۔

از جلوہ بیارام دمی کاین ہمہ خوبی
در حوصلہ ی دیدہ بیکبار نہ گنجد

ذرا آرام سے جلوہ دکھا تیرا سارا جلوہ اکبار میری آنکھوں میں نہیں سما سکتا۔

....

۲۰۰۔ فرقی انجدانی

ناحقم گر کشتہ از قتل من منکر مشو
خونِ چون من بیکسی خود قابل انکار نیست

ناحق خون ہے میرے قتل کا منکر نہ ہو مجھ بیکس کا خون قابل انکار نہیں یعنی معمولی خون ہے۔

جان رفت و تمنّای تو با جان ز دلم رفت
افسوس کہ غمہای تُو آسان ز دلم رفت

سرِ کیش عشق گردم کہ بحشرِ محبت
نہ کسی گناہ پُرسد نہ نہ کسی گناہ دارد

....

۲۰۱۔ میرزامعزفطرت

میکنی بدنام ای قاصد چرا خوب مرا
صد جواب از پارہ کردن داد مکتوب مرا

جُز ترکِ عشق با تو ستمگار چارہ نیست
آخر دلست جانِ من این سنگِ خارہ نیست

اے ستم گر تیرے عشق کو ترک کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں آخر دل ہی تو کوئی پتھر تو نہیں۔

....

۲۰۲۔ مرزانوری

ز شرمِ وعدہ خلافی مکن کنار از من
نیامدن ز تو ذوقِ انتظار از من

وعدہ خلافی کی شرم سے مجھ سے کنارہ کشی اختیار نہ کر تیرا نہ آنا اور میرا انتظار کرنا معمول بن چکا ہے۔

سر کوی تو نباشد سر کوی دگر
بہر این بُلبُل شوریدہ چمن بسیار است

تیرا کوچہ نہ سہی تو کوئی اور کوچہ ہی سہی، بلبلِ شوریدہ کے لئے اور بھی چمن ہے۔

....

۲۰۳۔ مقیمائی خوجی

بلبل کے لئے تو بہت چمن ہیں میرے لئے تیری گلی کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

نمی خواہم کہ بوی پیرہن از نزد یار آید
گرفتم دیدہ روشن کرد بی رویش چہ کار آید

میں نہیں چاہتا کہ محبوب کے پیرہن کی خوشبو میرے پاس آئے میں نے مانا وہ میری آنکھوں کو روشن کر دے گی مگر اس کے رخِ روشن کے بغیر کس کام کی۔

کرا دماغ کہ از کوی یار برخیزد
نشستہ ایم کہ ا ما غبار بر خیزد

محبوب کی گلی سے اٹھنے کا ہوش کس کو ہے میں تو یہاں بیٹھا ہوں کہ میری غبار یہاں سے اٹھے۔

نظر بہ زلف و رخ و خال نیست عاشق را
تو واقفی کہ سر رشتہ در کجا بند است

....

۲۰۴۔ آقا زمان زرکش فریبی

عاشق کی نظر معشوق کی زلف رخ اور خال یعنی ظاہری حسن پر نہیں تو اس راز سے واقف ہے کے عشق کا سر رشتہ کہاں ہے۔

مردم زرشک چند بہ بینم کہ جام می
لب بر لبش گذاردو قالب تہی کند

....

۲۰۵۔ آقا ابراہیم فیضان

بی تو مجنون کوہ وصحرا بی دماغ افتادہ است
خانۂ چشمِ چراغان بیچراغ افتادہ است

....

۲۰۶۔قاسم خان

رشک سے مر رہا ہوں جب سے ل میں نے دیکھا کہ اس نے جام کالب اپنے لب پر رکھا اور جام خالی کر دیا۔

....

۲۰۷۔ نورالدین محمد قیراری

مگر از خانہ برون بود کہ شب در کویش
ہیچ ذوقم ز نگاہی درو دیوار نبود

لگتا ہے آج رات محبوب گھر پر نہیں تھا اس گلی کے درو دیوار سے نگاہوں کو لذت نہیں مل رہی تھی

....

۲۰۸۔ قاسم بیگ قمی

باکم از کشتہ شدن نیست ازان می ترسم
کہ ہنوزم نفسی باشد و قاتل برَوَد

مجھے قتل ہونے کا ڈر نہیں مگر ڈر ہے ہے کہ قاتل جان نکلنے سے پہلے ہی مجھے چھوڑ کر چلا جائے۔

....

۲۰۹۔ جان محمد قدسی

قدسی ز چاکِ پیرہن گل حسد بریم
کان ہم چرا نصیب گریبانِ ما نشد

قدسی گل کے چاک پیرہن پر رشک آتا ہے میرا گریباں کا نصیبہ بھی ویسا ہی ہوتا۔

....

۲۱۰۔ محمد قاسم دیوانہ

نمیدانم کہ از ذوق کدامی داغ او سوزم
بآن پروانہ می مانم کہ افتد در چراغانی

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ محبوب کے دیے ہوئے داغوں میں سے کس کس داغ سے جلوں میری حالت اس پروانے جیسے ہی جو چراغوں کے سلسلے میں پھنس گیا ہو۔

....

۲۱۱۔ قبولی یزدی

نامِ رقیب بر لبِ جانانِ من گذشت
واقف نشد کسی کہ چہ بر جانِ من گذشت

میرے محبوب کے ہونٹوں پر رقیب کا نام آیا اُس کو پتہ نہیں کہ مجھ پہ کیا گزری۔

....

۲۱۲۔ مشتاق راہی قدرت

نشد در زندگی چون از توقّع خار خارِ من
چہ حاصل بعد مرگم گر بگل گیری مزار من

جب زندگی میں کانٹے کی تمنا میں کانٹا بھی میرا نہ بن سکا تو اس سے کیا حاصل کہ میری موت کے بعد میری قبر پھولوں سے ڈھک دی جائے۔

پریرخی بشکر خندہ قتل مردم کرد
چو گفتمش کہ مرا ہم بکش تبسّم کرد

....

۲۱۳۔کمال اسمعیل

زخضر عمر فزون است عشق بازان را
اگر ز عمر شمارند روزِ ہجران را
اگر ہجر کے ایام کو بھی شمار کر کیا جائے تو عشاق کی عمر خضر سے لمبی ہو جائے گی۔

غالب

کب سے ہوں کیا بتاؤں جہانِ خراب میں
شبہای ہجر کو بھی رکھوں گر حساب میں

بود ہمیشہ جان من رسم تو بے گنہہ کشی
ہیچ نمی کشی مرا من چہ گناہ کردہ
اے جان بے گنہہ کوگوں کو تو قتل کرتا ہے مجھ سے کیا گنہ ہوا ہے کہ تو مجھے نہیں قتل کرتا۔

از ہمان بزم کہ جز من دگری راہ نداشت
بایدم رفت کہ بہرِ دگران جا باشد
جس بزم میں میرے علاوہ کسی کی گزر نہیں، مجھے چاہئے کہ دوسروں کے لئے جگہ خالی کروں۔

....

۲۱۴۔ ابوطالب کلیم

اب جس جگہ میرے سوا کسی کا گزر نہیں ہوتا مجھے چھوڑ کر چلا جانا چاہیئے تا کہ دوسروں کے لئے بھی جگہ خالی ہو۔ایسی بلندی جہاں ایک زمانہ میں ایک ہی شخص کھڑا ہوتا ہے اور دوسرا کوئی اسکے مرنے کے بعد ہی وہاں پہنچ سکتا ہے۔

همتم هست رسا بختم اگر کوتاه است
پُشتِ پایم رسد از دست بدُنیا نه رسد

بخت کوتاہ ہے ہمت رسا ہے اگر میرا ہاتھ دنیا تک نہیں پہنچ سکتا تو پشت پا سے اسے ٹھکراتا ہوں۔

یک نفس فرصت و صد حرف گره در خاطر
وای گر گریه نه آید بمددگاریِ دل

داستان غم بیان کرنے کی فرصت نہیں دل میں سینکڑوں خیالات بھرے ہیں اس وقت گریہ ہی دل کی ترجمانی میں مدد دے سکتی ہے۔

انچه من دیدم ز دشمن هم جدایی مشکل است
میخلد در دل گر از پا خار بیرون می کنم

اس کے ظلم کے باوجود محبوب کو چھوڑنا مشکل ہے اگر پاؤں سے کانٹا نکالتا ہوں تو دل میں چبھتا ہے۔

....

۲۱۵۔ محمد کاظم قُمی

یک نالهٔ مستانه ز جای نشنیدیم
ویران شود آن شهر که میخانه ندارد

کہیں سے نالۂ مستانہ بھی سننے کو نہیں آتا اس شہر کا ویران ہو جانا ہی بہتر ہے جہاں میخانہ نہ ہو۔

....

۲۱۶۔ حسن بیگ کرامی

بوی تو با نسیمِ بهار آشنا نشد
گل را شگفت و بند قبای تو وا نشد

تیری خوشبو نسیم بہار سے آشنا نہیں ہوئی کیونکہ نسیم بہار کے اثر سے پھول تو کھل گئے مگر تیرا بندِ قبا نہیں کھلا۔

....

۲۱۷۔ کاکائی قزوینی

ہر کس ز محفلِ تو نصیبی بُرد بقدر
من نیز بی نصیب نین اشک می برم
ہر کسی کو تیری محفل سے کچھ حصہ ملا میں بھی محروم نہیں ہوں مجھے رشک ملا

....

۲۱۸۔ شیخ سعد اللہ گلشن

سرِ دیوانگی سلامت بود
رازِ ما را چہ پردہ پوشی کرد
دیوانگی سلامت رہے کہ اس نے میرے راز کی کیسی پردہ پوشی کی ہے۔

....

۲۱۹۔ مسعود قمی

بدخو مکن از بخشش دُشنام کسان را
این تحفہ تعلّق بدعا گوی تو باشد
گالی کے تحفہ سے لوگوں کی عادت نہ بگاڑ یہ تو تیرے اس دعا گو (یعنی میرا) حصہ ہے

....

۲۲۰۔ مرزا قلی میلی

تو بارقیبی و میلی تغافلی دارد
تغافلی کہ کم از صد ہزار حسرت نیست

تو رقیب کے ساتھ جاتا ہے اور میلی تغافل یا چشم ہوشی کر رہا ہے اسکا یہ تغافل بھی سیکڑوں حسرتوں سے کم نہیں۔

بخت اگر در خواب یک دم ہمدمِ یارم کند
دل طپد از ذوق چندانیکہ بیدارم کند

اگر کبھی قسمت محبوب کو ایک لمحہ کے لئے خواب میں دکھاتی ہے تو اتنا زور سے تڑپتا ہے کہ بیدار کر دیتا ہے۔

چو غافل از اجل صیدی سوی صیّاد می آید
نخستین رفتن خویشم بآن کو یاد می آید

جب موت سے غافل شکار کو صیاد کی طرف جاتا دیکھتا ہوں تو اس گلی میں پہلی بار جانا یاد آتا ہے۔

یہی خیال احمد مشتاق نے اڑا لیا

نئے دیوانوں کو دیکھیں تو خوشی ہوتی ہے
ہم بھی ایسے ہی تھے جب آئے تھے ویرانے میں

احمد مشتاق

....

۲۲۱۔ محتشم کاشی

بجرمی کاش پیشش متّہم گردم کہ ہر ساعت
بدست و پایش افتم بہر در خواہِ گناہ خود

کاش کسی جرم سے متّہم ہو کر اس کے سامنے جاؤں تا کہ اس بہانے سے اس کے ہاتھوں اور پاؤں پڑنے کا موقع ملے۔

زرفتن تو من از عیش بی نصیب شدن
سفر تو کردی ومن در وطن غریب شدم

تیرے جانے میرے آرام چھن گئے اور میں وطن میں بے وطن ہوگیا۔

بمن چندان گناہ از بدگمانی میکند نسبت
کہ من ہم در گمان افتادہ پندارم گنہگارم

محبوب نے مجھ سے اتنے گناہ منسوب کر دیے ہیں کہ مجھے خود گنہگار ہونے کا یقین ہوگیا ہے۔

....

۲۲۲۔ محمد حسین محزوں

چرا بیہودہ شادی درِمن خانہ می سازد
ہمین دم سیل غم می آید و ویران نہ می سوزد

خوشی کس لئے میرے دل میں گھر بناتی ہے سیل غم اسے کسی دن تباہ کر ہی ڈالے گا۔

....

۲۲۳۔ میر محمد ممنون

ز صد لشکر ندیدم آن خرابی کز غمش دیدم
الہی کاروان عشق جای بار نکشاید

سیکڑوں فوجوں کی تاخت سے بھی میں نے وہ ویرانی نہیں دیکھی جو اس کے غم سے دیکھی۔ خدایا عشق کا قافلہ کہیں نہ اُترے۔ جہاں یہ اُترا وہاں ویرانی آئی۔

....

۲۲۴۔حافظ محمد سعید

مریضِ عشق را نازم کہ اگر بہر علاجِ او
میسحا بر سرِ بالین رود بیمار می آید

مریض عشق کی قسمت ناز کے قابل ہے کہ اگر مسیحا اس کے علاج کے لئے سرہانے جاتا ہے۔تو بیمار ہوکر لوٹتا ہے۔یعنی اس کی حالت کرخود بیمار ہو جاتا ہے۔

....

۲۲۵۔ ملامُرشدی ہروی

بسیار ز حد می گذرد گرمیٔ مجلس

دل سوختۂ در پس دیوار نباشد

آج محفل کی گرمی بڑھ گئی ہے دیوار کے پیچھے کوئی دل جلا تو نہیں۔

....

۲۲۶۔ حکیم رکن الدین مسیح

آنقدر خاک کہ باید بسر از دست تو کرد

چکنم آہ کہ در دامن این صحرا نیست

اس صحرا کے دامن میں اتنی مٹی بھی نہیں جو ہاتھ میں اٹھا کر سر پر ڈالی جائے۔

کس نمی داند کہ خواہد در کجا مُردن ولی

بندہ می دانم کہ خواہم در تہِ پای تُو مُرد

کسی کو خبر نہیں کہ اس کے موت کہاں آئے گی۔لیکن مجھے معلوم ہے کہ تیرے قدموں کے نیچے جان دوں گا۔

ہنوز از خاکِ کوی او غبارِ در کفن دارم

بہشت آن بہ کہ برمن جلوہ را بسیار نفروشد

اب تک اس کی گلی کی خاک کا اثر میرے کفن میں موجود ہے میرے لئے وہی بہتر ہے بہشت مجھ پر جلوہ فروشی نہ کرے۔

بکامِ دل ندیدم یہ نفس در مدّتِ عمرش
کنون چشمیکہ دارم بر نگاہِ واپسین دارم

اپنی پوری زندگی میں ایک پل بھی آرزو برنہیں آئی اسکے بعد نگاہ واپسین کے آنے کی امید ہے۔

....

۲۲۷۔ مشفقی بخاری

زکویش می گذشتم خار در پایم شکست آنجا
بحمدُ اللہ کہ تقریبی شُد از بہر نشست آنجا

میں اس کے کوچے سے گذر رہا تھا میرے پاؤں میں کانٹا چُبھ گیا خدا کا شکر ہے کہ اس گلی میں ٹھہرنے کی ایک تقریب پیدا ہوگئی۔

در غمت رشتۂ عمری کہ بکف بود مرا
صرف در دوختن چاکِ گریبان شدہ است

غم میں عمر کا دھاگ جو کہ تھا چاک گریبان سینے میں صرف ہوگیا۔یعنی عمر دیوانگی کی نذر ہوگئی۔

....

۲۲۸۔ مرزا قمی شرقی

باکم از آشوبِ محشر نیست می ترسم کہ باز
ہمچو شمعِ کُشتہ باید زندگی از سر گرفت

مجھے آشوب محشر کا ڈر نہیں ڈر اس بات کا ہے کہ بجھی ہوئی شمع کی طرح پھر نئے سرے سے زندگی کا درد برداشت کرنا پڑے گا۔

گیرم کہ زقیدِ قفس آزاد کنندم
کو قوتِ پای کہ توانم بچمن رفت
ہم نے مانا کے وہ قفس سے آزاد کردے گا لیکن باغ میں جانے کی طاقت کہاں۔

درین بہار علاجِ جنونِ من نکُنید
کہ وقتِ سیرِگلستان نہ وقتِ زنجیر است
بہار اور زنجیر کے کلیدی الفاظ ملاحظہ کریں میر تقی میر نے یہی خیال موج ہوا، پیچاں کے اضافے سے اردو میں یوں پیش کیا ہے بہر حال مرکزی خیال مستعار لیا ہے۔

موج ہوا پیچاں اے میرؔ نظر آئی
شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
میر تقی میر

یارب آن کس کہ دمِ تیغِ عدو آبی داد
زحمتِ تشنگیِ روزِ قیامت نکشد
خدایا جس نے دشمن کی تیغ عدو کو تاب دی وہ قیامت کی پیاس سے محفوظ رہے

میا از خانہ بیرون کو جہان بیت الحُزُن باشد
نمیم خواہم ترا بیند کسی گو چشمِ من باشد
تو گھر سے باہر نہ جا گھر غم خاب ہوجائے گا میں چاہتا گھر سے باہر غیر تو غیر میری آنکھ بھی تجھ پر نہ پڑے۔اسی سے ملتا جلتا شعر:

غیرت از چشم برم روی تو دیدن نہ دہم
گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن نہ دہم
بوعلی قلندر

مرا بوقت گل از باغ در قفس کردند
بگلشن مفرستید تا بہار شوَد

مجھ کو موسم گل میں قفس میں قید کیا ہے اس لئے جب تک بہار نہ آجائے گلشن میں نہ لیجاؤ کہ مجھ سے خزاں نہیں دیکھی جائے گی۔

زباندانِ نگاہم گفتگوی ناز میدانم
ز یک جنبیدنِ مژگان بفکرِ صد ادا اُفتم

میں نگاہوں کا زباندان اور ناز کی باتوں کا رمزشناس ہوں اس لئے ایک جنبش مژگاں سے سینکڑوں خیالوں میں ڈوب جاتا ہوں۔

منم آن مرغِ گرفتار کہ در صحنِ چمن
اگر آزاد کنندم بقفس می آیم

دلم در دامِ مرغانِ قیامت الفتی دارد
ازان ایام می ترسم کہ تنہا در قفس باشم

مجھے مرغانِ قیامت کے دام سے تو الفت ہے البتہ اس دن سے ڈرتا ہوں کہ قفس میں تنہا رہنا پڑے۔

....

۲۲۹۔ میر مومن

بگوش پنبہ نہم از صدای خندۂ گل
دماغِ نالۂ بلبل درین بہار کجاست

اب دماغ اتنا نازک ہوگیا ہے کہ موسم بہار میں خندۂ گل سننے کی تاب نہیں اس لئے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا ہوں۔

چیزی کہ خاطری بشگفاند جہان نداشت
می زان حرام شُد کہ دلی شاد می کند

ایسی چیز جس طبیعت کھل اٹھے دنیا کے پاس نہیں تھی شراب اس لئے حرام ہوگئی۔

....

۲۳۰ ۔ زمامائی مشہودی

طے شد بہارِ عمر و غمِ دیر سالہ ماند
چون داغِ لالہ دُردِ میم در پیالہ ماند

عمر تمام ہوئی لیکن دیرینہ غم جوں کا توں رہا لالہ کے داغ کی طرح پیالہ میں تلچھٹ رہ گئی۔داغ لالہ کو جام کی تلچھٹ سے تشبیہہ دی ہے

مطلب ہے کہ زندگی کے لطف ختم ہو گئے صرف غم باقی رہ گیا۔

مارا دماغِ گلشن و باغی نماندہ است
ای بوی گل بروکہ دماغی نماندہ است

مجھ کو گلشن اور باغ کی تمنا نہیں اب وہ مذاق ہی نہیں اے گل تو جا

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں
(انشؔا)

....

۲۳۱۔ملک قمی

ازین بوعدۂ وصلت امید وار کند
کہ اُنچہ ہجر نہ کردہ است انتظار کند

معشوق مجھے اس لئے وصل کی امید دلاتا ہے کہ جو تکلیف و مصیبت مجھ پر ہجر میں نہیں گذری تیرے انتظار میں گذر جائے۔ بقول شاعر دیگر

غرض این بود کہ از ذوق بمیرم ورنہ
این ستم دیدہ سزاوارِ پیامِ تُو نبود

یہ ستم رسیدہ تیرے پیغام کے لائق نہیں تھا تیرے پیغام بھیجنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس کے ذوق و لذت میں مرجاؤں۔

ندارم قوتِ رفتن درآن کُو بخت آنم کُو
کہ گوید ناتوانی داشتم او را چہ پیش آمد

مجھ میں محبوب کے کوچہ تک جانے کی طاقت نہیں ہے مگر یہ قسمت کہاں کہ وہ پوچھے میرا ایک ناتواں تھا اس کو کیا واقعہ پیش آیا کہ نہیں آسکا۔

بنوعی چشم او شد کُشتن عذر خواہِ من
کہ بیخبر می بخون غلطید از رشکِ گناہِ من

مجھے قتل کرتے وقت اس کی نگاہوں نے کچھ اس طرح سے معذرت کی کہ بے گناہی میرے گناہ کے رشک میں خون میں لوٹنے لگی۔

....

۲۳۲۔ ملک قمی

چنانچہ سایہ شَود محوِ درمیانِ دو شمع
زجا رَوَم چو بآئینہ رو برو گردد

جسطرح دو شمعوں کے درمیان سایہ کافور ہو جاتا ہے جب معشوق آئینہ کے رو برو ہوتا ہے میرے حواس اڑ جاتے ہیں۔

گوید مرو ز خانه که من خواهم آمدن
تامن برین بهانه نیابم بکوی تُو

مجھ سے کہتا ہے کہ گھر سے کہیں نہ جانا میں آؤں گا تا کہ میں اس کے انتظار میں گلی میں نہ جاؤں (بدگمانی کی انتہا ہے)۔

طفل ست کار بر دلِ ما تنگ میکند
خود حرفِ صلح گوید و خود جنگ میکند

بچہ ہے اس نے میرا قافیہ تنگ کردیا ہے خود ہی صلح کرتا ہے خود ہی مجھ سے جنگ کرتا ہے۔

در سینه دلم گم شده تهمت بکه بندم
غیر از تو درین خانه کسی راه ندارد

میری سینہ میں دل گم ہوگیا ہے مگر چوری کی تہمت کس پر لگاؤں اس گھر میں تیرے سوا کسی کا گذر نہیں۔

من کیم کز ستمِ ہچو توی داد کنم
که کند حرفِ مرا گوش که فریاد کنم

میری کیا ہستی ہے کہ تیرے جیسے شخص کے ظلم کی دادخواہی کروں اگر میں فریاد بھی کروں تو کون سُنے گا۔یعنی تیرے مقابلے میں کوئی فریاد بھی نہیں سننے والا ہے۔

....

۲۳۳۔ آقاملک معروف

هرزه گردِ باغ چون بلبل نیم پروانه ام
می توانم کرد پروازی که بس باشد مرا

میں بلبل کی طرح باغ کا آوارہ گرد نہیں کہ پروانہ ہوں ایک ہی پرواز میں میرا کام ہو جاتا ہے۔

مدتی شُد کہ دل از غیر تو پرداختہ ام
گر قدم رنجہ کنی گوشۂ تنہایی است

ایک مدت سے میں نے دل کو غیر کے خیال سے خالی کر دیا ہے اگر تم آو تم مکمل تنہائی ہے۔

بقول شاعر

ہر تمنّا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آ جا اب تو خلوت ہوگئی

امروز صبا گردِ رہ یار ندارد
گویا کہ برآن راہگذر چشمِ تری ہست

آج بادِ صبا میں محبوب کے رہ کی گرد نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس گلی میں کوئی عاشق رویا ہے کہ اُس کے آنسوں کی نمی سے گرد ختم ہوگئی ہے۔

....

۲۳۴۔ مجد ایی منصف

مرغ گرفتار لا نغمہ سن کر بیخود ہوگیا یا تو تجھ کو دوسرا شخص کر رہا تھا اور بے قابو میں ہوگیا

....

۲۳۵۔ مشہدی قمی

بر رویم از قفس درِ فیضی توان کشود
من ہم ز آشیان باامیدی پریدہ ام

مجھ پر بھی درِقفس وا ہونا چاہیے میں بھی اسی نیت سے آشیانہ سے اڑا ہوں۔

....

۲۳۶۔ منعم حکاک

در خمارم روز و شب با آنکہ صہبا می کشم
خشک لب چون ساحلم ہر چند دریا می کشم

اگر چہ رات دن مے کشی کرتا ہوں لیکن مستی نہیں پیدا ہوتی میری مثال کناروں جیسی ہے جنہیں دریا پی کر بھی سیراب نہیں ہوتے خشک لب رہتے ہیں۔

آنرا کہ زور بازوی کسب و ہنر بود
دستِ پُر آبلہ صدفِ پُر گہر بود

جس شخص کا زور باز وصاحب ہنر ہوتا ہے اسکا دستِ پُر آبلہ صدفِ پُر گہر جیسا ہے۔

....

۲۳۷۔ مخلص کاشی

شنیدم گُفتہ ی کز جانِ ما مخلص چہ می خواہد
بقربانت شَوم این حرف باید از تو پُرسیدن

میں نے سنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ آخر مخلص کس چیز کا خواہشمند ہے۔ تیرے قربان جاؤں یہ بات تو تم سے پوچھنی چاہیے۔

در کشادِ گرہَ خلق مکن کوتا ہی
ہچو ناخنُ اگر از دستِ تو بر می آید

اگر ناخن کی طرح تیرے ہاتھ سے گرہ کھل سکتی ہے تو مخلوق کی گرہ کھولنے میں کوتاہی نہ کر۔

....

۲۳۸۔ میرک معنی

آن مہ کہ از بی طاقتیِ من گلہ دارد
گو آئینہ بر گیرد جوابِ گلہ بشنو

وہ ماہرو جس کو میرے ضعف اور ناتوانی کی شکایت ہے کہ میں اتنا کمزور کیوں ہوگیا۔ اس سے کہو کہ آئینہ دیکھ لے اسے اس شکایت کا جواب مل جائے گا۔ یعنی میری ناتوانی وضعف کا سبب اس کا حسن ہے۔

....

۲۳۹۔ محمد مقیم ظہیرائی

بی جامِ بادہ سیرِ گلستاں تمام نیست
دستی کہ بی پیالہ بود شاخِ بی گل است

بغیر جامِ مے گلستاں کی سیر کا پورا لطف حاصل نہیں ہوتا جس ہاتھ میں پیالہ نہیں وہ بے پھول کی شاخ ہے۔

تا گشتہ است گوشۂ میخانہ منزلم
آبی نمی خورد دگر از ہیچ جا دلم

جب سے میخانہ کا گوشہ میری منزلِ مقصود بنا ہے میرا دل کسی دوسری گھاٹ پر پانی نہیں پیتا۔

....

۲۴۰۔ محمد رضا مشتاقی

گلشن اگر چہ آئینۂ دل کے لئے صیقل ہے جس سے اس کی کدورت اور افسردگی دور ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ دامن صحرا کی گرد کو بھی نہیں پہنچتا۔ اس کی بات ہی اور ہے یعنی دیوانگان محبت کے لئے گلشن کی سیر سے صحرانوردی زیادہ خوش آیند ہے۔

....

۲۴۱۔ مبارک اللہ مدہوش

آنکہ با وصل ہم نمی سازد
دل بے صبر و قرارِ منست

جسے وصل سے بھی سکون نہیں آتا وہ بیقرار دل میرا ہے۔

....

۲۴۲۔ حکیم مرزا محمد

بلبل بہ فغان من بخموشی غمِ خود را
ہر کس بزبانیکہ توانست ادا کرد

بلبل نے فغاں کے ذریعہ اور میں نے خاموشی کے ذریعہ اپنا غم بیان کیا۔ جس سے جس زبان میں ہوسکا اس کو ادا کیا۔

۲۴۳۔ آنندرام مخلص

ازاں ہر لحظہ در بر می کشم سروِ گلستاں را
کہ این رعنا جوان بسیار می ماند بیارِ من

میں باغ کے سرو سے بار بار اس لئے لپٹتا ہوں کہ جوان رعنا میرے محبوب سے ملتا جُلتا ہے۔

نہاد برلبِ من دست بہرِ خاموشی
دگر بروئِ خود آن دست از حیا نگذاشت

اس نے مجھے چپ کرنے کے لئے میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا اور پھر شرم سے وہ ہاتھ اپنے منہ پر نہیں رکھا کہ بوسے کا گمان گذرے۔

....

۲۴۴۔ مرزا مظہر جان جاناں

پشت پای برحنا زدوسرمہ رادرخاک ریخت
از پیِ آزارِ من ناحق در آزارِ خود است

مہندی کو کچل ڈالا اور سرمہ کو خاک میں گرادیا میرے آزار کے لئے ناحق خود کو آزار میں مبتلا کیا ہے۔

چشم ہرگاہ کہ روی تو وا می گردد
دستِ فریادِ مرا دست دعا می گردد

جب تیرا چہرہ سامنے ہوتا ہے تو دست فریاد دستِ دعا ہو جاتا ہے یعنی تیرے ظلم و ستم بھلا کر تیرے لئے دعا کرتا ہوں۔

باین ضعف از اشارتہای ابروی تو درشورم
کہ تا سازندہ را ناخن بجنبد تا دمی نالد

ضعف کے باعث تیرا اشارہ ہی مجھ میں شورش بپا کر دیتا ہے میری مثال ایسی ہے جس طرح ساز بجانے والے کے ناخن کی ذراسی چھیڑ سے ستار کا تار بجنے لگتا ہے۔

برنگِ غنچہ گر اندک نسیمی باز می گردد
اگر حرفی بپرسد باز دل دفتر برون آید

میرا حال غنچے کے جیسا ہے جو نسیم کے لمس سے کھل اٹھتا ہے اگر محبوب مجھ کو حال پوچھتا ہے تو دل پورا دفتر کھول دیتا ہے۔

جُز تو در دیدۂ من کس نگذارد قدمی
شہرہ داردکہ درین خانہ پری می باشد

تیرے علاوہ میرے خانۂ چشم میں کوئی قدم نہیں رکھتا کہ مشہور ہے اس گھر میں

آسیب رہتا ہے۔

سوزِ دل از ہر بن مویم نمایاں کردہ اند
این جفا جویان مرا سروِ چراغاں کردہ اند

جفا کیش معشوقوں نے میرے ہر بن و مو میں ایسا سوز پیدا کیا ہے کہ کہ اس کی روشنی نے مجھے سرو چراغاں بنا دیا ہے۔

وسعتِ مشرب چہ دنیائے فراخ بودہ است
چون فلک در گردشِ ساغر جہانی یافتم

وسعتِ مشرب ایک وسیع دنیا ہے فلک کی طرح ایک ساغر کی گردش سے دنیا دیکھ لیتا ہو۔ساغر سے مراد پیالہ اور آفتاب ہے

جان دادہ اند بسکہ غریبان درین دیار
یک سنگِ راہ نیست کہ لوح مزار نیست

دیار محبت میں لوگوں بے اتنی جانیں دی ہیں کہ اس راہ کا ہر پتھر لوح مزار بن گیا ہے۔

حیف دردی کہ بخود ننگِ مداوا برداشت
بہر جانی نتوان نازِ مسیحا برداشت

اس ایک جان کے لئے مسیحا کا ناز نہ اٹھانا چاہئے وہ درد قابل افسوس جو اپنے لئے علاج کا ننگ برداشت کرے۔

حرفی نہ گفت نامہ برم از زبانِ یار
شرمت نیامد از دلِ امید وارِمن

نامہ بر شرم نہیں آئی کہ میرا دل رکھنے کے لئے محبوب سے منسوب کر کے اپنی

طرف ہی سے کچھ کہہ دیتا۔

کجا صفہای مژگان را درونِ دیدہ جا باشد
تہی از بوریا ہم خانۂ اہل صفا باشد

مژگانوں کی صفوں کو آنکھ کے اندر جگہ نہیں مل سکتی اہل صفا کا گھر بوریے سے خالی ہوتا ہے۔

یاد آن ذوق کہ مظہر بدم تیغ کشی
سینہ می سودی و تسکین جگر می کردی

وہ ذوق کے دن بھی کیا دن تھے جب مظہر محبوب کی تیغ سے (شہادت کے شوق میں) اپنا سینہ رگڑتا تھا۔

....

۲۴۵۔ حضرت نظام الدین اولیا نرگسی

از تو نتواند بریدن کس بآسانی مرا
گر نمی دانم کسم آخر تو میدانی

کوئی شخص مجھ کو آسانی سے تجھ سے جدا نہیں کرسکتا۔ اگر میں خود اپنے آپ جو نہیں جانتا لیکن تو تو مجھ کو جانتا ہے۔

تا کی اے دل فکرِ دردِ دوای من کُنی
از برای خود چہ کردی کز برای من کُنی

اے دل تو درد کی دوا کی فکر میں کب تک رہے گا تو نے اپنے لئے کیا ہے کہ میرے لئے کچھ کرے گا۔

....

۲۴۶۔ بابانصیر گیلانی

قدر وفای من چو نداند گذاشتم
چندان جفا کند کہ خود از خود خجل شود

اگر محبوب میری وفا کی قدر و قیمت نہیں جانتا۔ تو میں نے بھی اسکو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ کہ اتنی جفائیں کرے کہ آخر خود سے شرمندہ ہو جائے۔

دلی دارم خراب از چشم پُرکارش خراب
ہمہ از جور می ترسند و من از لطف بسیارش

میرا دل اس کی پُرکار اور فسوں ساز آنکھوں کا مارا ہوا ہے اس لئے سب لوگ تو اس کے ظلم وستم سے ڈرتے ہیں۔ یعنی میں اس کے جدم سے خایف ہوں کہ اسکا نتیجہ ظلم سے بھی زیادہ خراب نکلتا ہے۔

....

۲۴۷۔ نسبتی مشہدی

میرفت و عالمی نگرانش ز بیکسی
رشکم بدل فزود کہ تابِ نظر نہ داشت

گذرتے ہوئے محبوب کو دنیا دیکھتی ہے بیکسی سے میرا رشک اور بڑھ گیا

....

۲۴۸۔ لطفی نیشاپوری

چہ لازم است کہ بدنامِ قتل من باشی
زمانہ و سپہری در روزگاری ہست

یہ ضروری نہیں ہے کہ تو میرے قتل میں بدنام ہو اس کے زمانہ آسمان اور روزگار موجود ہیں۔ ان کے سر الزام رکھ دیا جائے گا۔

۲۴۹۔ میر نظام دستِ غیب

محبوب نے مجھے خاموش کرنے کے لئے میرے لبوں پر جو ہاتھ رکھا تھا شرم کی وجہ سے منہ کو نہیں لگایا کہ اس سے بالواسطہ چہرے کا لمس ہو جاتا۔

نی ز بہرِ آمدن پُرسی رہِ ویرانہ ام
بہرِ آن کہ پُرسی کہ دیگر بار از ان رہ نگُذری

میرے دشت کی راہ تو نے آنے کے لئے نہیں پوچھی بلکہ اس لئے کہ دوبارہ اس راہ سے نہ گذرے۔

من نمی گویم نصیبِ مُدّعی ہجران شَوَد
آنچہ ما در دلش باشد نصیبش آن شَود

میں یہ نہیں کہتا کہ رقیب ہجر میں مبتلا ہو بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کے دل میں میرے متعلق جو خیال ہو وہی اسکو پیش آئے۔لاجواب شعر ہے

....

۲۵۰۔ نظیری نیشاپوری

جُرمِ من است پیشِ تُو قدرِ من کم است
خود کردہ ام پسند خریدارِ خویش را

اگر تیری نگاہ میں میری قدر و قیمت کم ہے تو اس میں تیرا قصور نہیں ہے اس لئے کہ میں نے اپنا خریدار خود پسند کیا ہے اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔

شرم می آید ز قاصد طفلِ محبوب مرا
بر سرِ راہش بیندازید مکتوبِ مرا

میرے کمسن شرمیلے معشوق کو خط لینے سے شرم آتی ہے اس لئے میرے خط کو

رہگزر میں ڈال دو وہ خود اٹھالے گا۔

پایم بہ پیش از سرِ این کو نمیرَوَد
یاران خبر دہید کہ این جلوہ گاہ کیست

میرے قدم اس گلی سے آگے نہیں بڑھتے یارو بتاو یہ کس کی جلوہ گاہ ہے میرے قدم آگے نہیں بڑھتے۔

درین مُدّت غمِ ہجران عبث برخود پسندیدم
ندانستم کہ از مرگم دلت خُشنود می گردد

میں اتنا عرصہ یونہی غم ہجر برداشت کرتا تھا مجھے نہیں پتہ تھا کہ میری موت سے تیرا دل خوش ہوگا۔یعنی میں جلدی مرجاتا۔

بہ بدی در ہمہ جا نام بر آرم کہ مباد
خون من ریزی و گویند سزاوار نبود

میں برائی میں اپنا نام مشہور کرتا ہوں ایسا نہ ہو تو مجھے قتل کرے اور لوگ کہیں یہ ناروا بات کی۔یعنی میرے قتل پر لوگ محبوب کی مزمت نہ کریں۔

مشو از حال من غافل کہ زخم کاری دارم
مبادا دیگری صید ترا از خاک برگیرد

میرا زخم بڑا کاری ہے اس لئے میری طرف سے غفلت نہ برت ایسا نہ ہو کوئی دوسرا تیرے شکار زمین سے اٹھالے۔یعنی میں تیرا زخمی شکار ہوں۔مجھے اٹھالے ورنہ کوئی اور قبضہ کرلے گا۔

شد عمر و سر گرانیِ او برطرف نہ شد
بر من بقدرِ مرتبہ ی عشق ناز کرد

ایک عمر ہوئی معشوق سر گرانی برطرف یا کم نہ ہوئی کیونکہ اسکا ناز میرے عشق کے مرتبہ کے مطابق بلند ہے۔

آنکہ شامِ زندگی شمعِ بالینم نہ شد
کی پس از مرگم چراغ بر سرِ گور آورد

جو میری شامِ زندگی میں میرے سرہانے کی شمع نہ بنا یعنی جو میرے مرتے وقت نہ آیا وہ میرے مرنے کے بعد میری قبر پر چراغ کیا جلائے گا۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

محبوب کا پورا سراپا اتنا حسین ہے کہ اسکے جسم کے جس حصہ کو دیکھتا ہوں اس حسن دلفریب دل کو کھینچتا ہے کہ اصل دل لگانے کی جگہ یہی ہے۔

....

۲۵۱۔ قاضی نور

زغارتِ چمنت بر بہار منتہا است
کہ گل بہ دستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

تو نے چمن کو غارت کر کے بہار پر احسان کیا ہے کیونکہ پھول تیرے ہاتھ میں شاخ کے مقابلہ میں زیادہ شاداب و سرسبز رہے گا۔

بیند چو کسی روی تو گیرم سرِ راہش
تا ذوق تماشای تو دُزدم ز نگاہش

جو شخص تیرا رخ زیبا دیکھکر آتا ہے اس کو راستہ میں ہی پکڑ لیتا ہوں کہ اسکی نگاہ سے ذوق تماشا یعنی تجھے دیکھنے کا لطف چرا لوں۔

دیکھنا ان کا تو قسمت میں نہیں
دیکھنے والے کو دیکھا چاہیے
بیدم وارثی

....

۲۵۲۔ ناظم ہروی

در خانقاہِ وحدت ذکر مخالف نیست
چون تارِ سبحہ یکحرف از صد دہن براید
وحدت کی خانقاہ میں غیر کا ذکر نہیں ہوتا جس طرح تسبیح کے دانوں کے سو منہوں (سوراخوں سے) ایک ہی آواز آتی ہے۔
ناظم زیان نکرد اگر بندۂ تُو شُد
خود را فروختن بتُو یوسف خریدنست

....

۲۵۳۔ مرزا عزت ناصح

بُرد مارا ہوسِ خام زرہ در پیری
راہِ گم گشت بہ نزدیکی منزل مارا
پیری میں ہوسِ خام نے مجھے صحیح راستے منزل کے قریب پہنچ کر بھٹک گیا۔

....

۲۵۴۔ نسبتی تھانیسری

زلف است و چشم و ابرو و رخسار نسبتی
این چند فتنہ اند کہ در یک زمانہ اند
محبوب کی آنکھیں اس کے ابرو اور رخسار کتنے فتنے اس ایک زمانے میں جمع ہو

گئے ہیں۔

بعد مُردن این قدر دانم کہ خواہی گفت حیف
تا کنم با او وفا عمرش وفاداری نکرد

مجھے معلوم ہے کہ میرے مرنے کے بعد تو کہے گا افسوس جب تک میں وفا کروں اسکی عمر نے وفا نہ کی۔

باور نمی شود کہ گہی ایں دلِ خراب
معمورہ بودہ است کہ ویرانہ کردہ اند

دل کی دنیا اتنی ویران ہے کہ اس کو دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ یہ کبھی آباد بھی تھا جس کو بعد میں ویران کر دیا۔

خرابی دل کی اس حد ہے کہ یہ سمجھا نہیں جاتا
کہ آبادی بھی یاں تھی یا کہ ویرانہ تھا مدت کا

میر تقی میر

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

میر

....

۲۵۵۔ امیر نصیبی نور بخشی

تو خود بگوی دگر دامن کرا گیرم
مرا کہ چاک ز دست تو در گریبان است

میرا گریبان تیرے ہاتھوں چاک ہوا ہے ایسی حالت میں بتا تیرے علاوہ کس کا

دامن تھاموں۔

زہجرم برلب آمد جان بوصلم می دہی وعدہ
کسی را وعدہ دہ کو را امید زیستن باشد

ہجر سے میری جان لبوں پر آگئی ہے اور تو وصل کا وعدہ کر رہا ہے وعدہ کی خواہش تو اس شخص کو ہوسکتی ہے جس کو جینے کی امید ہو۔

....

۲۵۶۔ نویدی

کس را نہ بینم روزِ غم جُز سایہ در پہلوی خود
آن ہم چو بینم روی او گرداند از من روی خود

اردو میں یہی خیال ناسخ نے یوں پیش کیا ہے۔شعر

سیہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے

امام بخش ناسخ

....

۲۵۷۔ میر معصوم خان نامی

امشب بتمنّای مہِ روی تو تا روز
چشمم چو درِ خانہ ی ویران شدہ باز ست

اج کی رات تیرے چاند سے چہرہ کی تمنا میں میری آنکھیں دن چڑھے تک ویران مکان کے دروازے کی طرح کھلی رہتی ہیں۔

بہرِ خدا نگاہ سوی نجات کن
آخر چہ شد اسیر تُو شد بندہ ی خدا است

۲۵۸۔ میر نجات

بستست بمُردم سرِ رہ چشمِ سیاہش
خون کردہ و در بستہ نشست ست نگاہش

اس کی آنکھوں نے لوگوں پر راہ بند کی ہے اسکی نگاہ نے لوگوں کا خون کیا اس لئے دروازہ بند کر کے بیٹھی ہے۔

....

۲۵۹۔ محمد میرک نظمی

خدنگ غمزہ بہ نظمی زدی و آہ کشید
زبان بریدہ مگر آفرین نہی دانست

تو نے نظمی پر غمزہ کا تیر چلایا۔ اس نے درد سے آہ کی وہ زبان بریدہ غریب آفریں کہنا نہیں جانتا تھا ورنہ اس کو تو آہ کے بجائے تحسین و آفرین کہنا چاہیے تھا۔

....

۲۶۰۔ نوعی جنونی

وجد و منع بادہ ای صوفی چہ کافرِ نعمتیست
مُنکرِ می بودن و ہمرنگِ مستان زیستن

صوفی سے کہتا ہے کہ تو خود وجد و حال میں مست رہتا ہے اور لوگوں کو شراب سے منع کرتا ہے۔ آخر یہ کونسا کفران نعمت ہے کہ شراب سے انکار اور زندگی مستوں جیسی۔

....

۲۶۱۔ پنجۂ نہانی

خواہم کہ بآن سینہ نہم سینۂ خود را
تادل بتو گوید غمِ دیرینہ ی خود را

تو میرا حال معلوم کرنے کے لئے دل پر ہاتھ رکھ رہا ہے۔ تھوڑی دیر رک جا کہ تیرے ہاتھ رکھنے کی لذت میں دل اپنی جگہ پر نہیں رہ گیا ہے۔

....

۲۶۲۔ نیکی صفاہانی

ای کہ دستی می نہی بر دل کہ بینی حال چیست
ساعتی بنشین کزین ذوقم دل از جا رفتہ است

اے وہ شخص جو میرے دِل پر ہاتھ رکھتا ہے تھوڑی دیر ٹھہر جا کہ ابھی دل اپنی جگہ پر نہیں ہے۔

....

۲۶۳۔ مرزا نور اللہ

نہ مروت است ما را بہ مرادِ خود رساندن
کہ ہزار نا امیدی بہ امید ما نشستہ

مجھ کو میری مراد تک پہنچا دینا مروت کے خلاف ہے کیونکہ ہزاروں نا امیدیاں میری مراد کی تاک میں بیٹھی ہیں کہ جیسے ہی وہ پوری ہو اس کو نا امیدی سے بدل دیں۔

....

۲۶۴۔ ناظم تبریزی

بسکہ جان را در دمِ بسمل برغبت می دہم
رشک بر من می برد آنکس کہ جلاد من است

تڑپتے وقت اس ذوق وشوق سے جان دے رہا ہوں کہ اس کو دیکھ کر میرے جلاد کو بھی مجھ پر رشک آتا ہے۔

....

۲۶۵۔ نادم لاہیجی

کشتی مرا و کُشتہ شُد از رشک عالمی
ہر خون کہ میکنی تو بصد خون برابر است

....

۲۶۶۔ واقفی مشہدی

بیروں میا ز خانہ کہ ذوقِ امیدِ وصل
بہتر ز دویدنی ست کہ بیہوشی آورد

تو گھر سے باہر نہ نکل کہ تیرے وصل کی امید کی لذت تیرے دیدار سے بہتر ہے۔ تیرا دیدار بیہوش کر دیتا ہے اس کئے لطف دید بھی نہیں حاصل ہوتا۔ اور امید میں ایک لذت ہوتی ہے اس لئے اس کو قائم رہنے دے۔

....

۲۶۷۔ میر الہی قُمی

آمدی بر سرِ خاکِ من و شرمندہ شُدم
کین زمان از پیی قربان تو جان می بایست

تو میرے مرنے بعد میری قبر پر آیا اس وقت تجھ پر قربان کرنے کرنے کے لئے جان کی ضرورت تھی۔ یعنی جواب باقی نہیں۔

سرشک از رخم پاک کردن چہ حاصل
علاجی بکُن کز دلم خون نیاید

میرے چہرے سے آنسو پونچھنے کا کیا فائدہ۔ کوئی ایسا علاج کرو کہ دل کے زخم سے خون نہ نکلے اور آنسو برابر بہتے رہیں۔

طبیبم آنچنان از روی منت می کند چارہ
کہ پندارد من بیچارہ میل زیستن دارم

میرا طبیب اس دلسوزی اور منت سے علاج کر رہا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ مجھے زندہ رہنے کی تمنا ہے۔ زندگی سے بے زاری کا اظہار کیا ہے۔

وقتِ مُردن چشم بکشا و آنگہی سیرش بہ بیں
راہ دوری میروی اندیشۂ زادی بکُن

مرتے وقت آنکھ کھول کر اس کا چہرہ دیکھ لے کیونکہ تیرا سفر دور دراز کا ہے اور اس کی فکر کرنی چاہیے یعنی اسکے چہرے کا دیدار ہی زادہ سفرِ آخرت ہے۔ شعر

یوں کس طرح کٹے گا کڑی دھوپ کا سفر
سر پر خیال یار کی چادر ہی لے چلیں

ناصر کاظمی

چاکِ پیراہن یوسف کہ گلش تہمت بوَد
خندہ بر سستیِ تدبیرِ زلیخا می کرد

ناصح ملامتم کند و من درین خیال
کامروز بگزرم بچہ تقریب سوی او

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوّری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیئے

غالب

....

۲۶۸۔ کمال الدین وحشی

بلبلِ گلشن پرستم لیکنم پر باز نیست
باغ نزدیک ست امّا طاقتِ پرواز نیست

میں گلشن پرست ہوں لیکن میرے پر کھلے نہیں ہیں باغ تو قریب ہی ہے مگر افسوس کہ پرواز کی طاقت نہیں۔

می آید از کشادنِ در بوی مِنّتی
در بستہ باغِ خلد بَرِضوان گذاشتیم

بند در کے کھولنے میں احسان کی بُو آتی ہے اس لئے میں نے باغِ خلد جس کے دروازے بند ہیں رضوان کے لئے چھوڑ دیے۔ یعنی کون اسکا احسان اٹھائے۔ شعر

بندگی میں بھی وہ آزادہ وخود ہیں کہ ہم
اُلٹے پھر آئے درِ کعبہ اگر وا نہ ہُوا
غالب

فرماندہیِ کشورِ دل کارِ بزرگ است
نو دولتِ حُسنی ز تو این کار نیاید

اقلیم دل کی حکمرانی بڑا بھاری کام ہے تیرے حسن کی حکومت سے یہ کام انجام نہیں پاسکتا۔

دعا ہای سحر گویند میدارد اثر وحشی
اثر می دارد امّا کی شبِ ہجران سحر دارد

لوگ کہتے ہیں کہ دعائے سحر میں اثر ہوتا ہے بیشک اثر ہوتا ہے وحشی لیکن شبِ ہجران کی سحر کہاں ہوتی ہے۔

....

۲۶۹۔ وحشی خوشحالی

ہزار سال پس از مرگ میتوانم زیست
اگر برون نکشند از دلم خدنگِ ترا

اگرمیرے دل سے تیر کو کھینچ کر نکال نہ لیں تو اس کی لذت سے مرنے بعد ہزار سال زندہ رہ سکتا ہوں

غالب کے یہاں یہی خیال مزید ترقی یافتہ شکل میں ملتا ہے:

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
غالب

تلافیِ غمِ صد سالہ سینہ چاکیِ ماست
اگر بناز کشایی دمی گریبان را
وحشی خوشحالی

یک لحظہ گریہ گر نکنم کور می شوم
گویا چراغِ چشمِ من از آب روشن است

میرے سو سالہ غم کی تلافی ہو جاتی اگر تم ناز سے ایک پل کے لئے میرا گریبان پکڑ لیتے۔

....

۲۷۰۔ وصفی

نومیدم رسید بجای کہ گر کسی
آرد نویدِ وصل تو باور نمی کنم

میری ناامیدی اس حد تک پہنچ گئی ہے۔کہ اگر کوئی وصل کی خوش خبری بھی لاتا ہے تو یقین نہیں آتا۔

....

۲۷۱۔ وقوعی تبریزی

می نماید کہ سرِ عہدِ شکستن داری
خشمِ این بارِتُو چون رنجش ہر بارِتُو نیست

اس بار تیری خشمنا کی و برہمی پہلی بار کی رنجشوں جیسی نہیں لگتا ہے تو عہد شکنی پر آمادہ ہے۔بقول غالب

بارہا دیکھی ہیں انکی رنجشیں
لیکن اب کے سر گرانی اور ہے

غالب

....

۲۷۲۔ مرزا ولی دشت بیاض

داشتم دردی کہ تا اکنون درمان عار داشت
این زمان محتاجِ درمان شُد نمی پُرسی چرا

میرا درد ایسا تھا کہ اب تک اس کو درماں سے عار تھا اور اب وہ درماں کا محتاج ہوگیا ہے۔مگر تو اس کا سبب نہیں پوچھتا حالانکہ اس تغیرِ حال کا سبب پوچھنا چاہیے۔

نگفتم ناشکیبم وعدہ را حدیست نہ شنیدی
بشوخی سر بر آوردی و رُسوا ساختی مارا

میرا درد ایسا تھا کہ اب تک اس کو درماں سے عار تھا اور اب وہ درمان کا محتاج ہوگیا تو وہ اس کا سبب نہیں پوچھتا۔

ہلاک میشوی اکنون ولی نمی گفتم
مکش کہ جامِ فریب است ناچشیدہ بہ است

ولی میں تجھ سے کہتا نہ تھا کہ محبت فریب کا جام ہے۔اس کو نہ چکھنا ہی بہتر ہے۔ مگر تو نے میرا کہنا نہیں مانا اور اب کا نتیجۂ ہلاکت سامنے آرہا ہے۔

بہ تمنّای تو ترک دو جہان کرد ولی
مہربانی تو ہم درخورِ این می بایست

تیری تمنّا میں ولی نے دونوں جہاں کو چھوڑ دیا ہے۔اس لئے تیری مہربانی اسی کے مطابق ہونی چاہئے۔

چون بد و نیکِ منِ سوختہ ی خرمن پُرسند
آہ گر اُنچہ بدل کردہ ام از من پُرسند

جب بروز قیامت مجھ سوختہ سامان کی نیکی و بدی کی پرسش کریں تو کاش میرے دل میں جو تمنائیں انکی بھی پرسش کریں۔

غالب کے یہاں خیال ترقی یافتہ شکل میں ملتا ہے۔شعر

نا کردہ گناہوں کی بھی حسرت کی داد ملے
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

غالب

خرسند بہ امید جواب است دلم کاش
قاصد کہ رَوَد جانبِ او بر تر آید

میرا دل محبوب کے جواب کی امید میں بہت مسرور رہے کاش جو قاصد جائے وہ دیر میں لوٹے تا کہ امید قائم رہے۔

بخوارئِ کہ منم تاچہ لطف کرد بغیر
کہ میرسد بمن و شرمسار می گذرد

میں جس ذلت وخواری میں مبتلا ہوں اسکے مقابلہ میں محبوب نے رقیب کے ساتھ جولطف وعنایت کی ہے کہ جب میرے سامنے آتا ہےتو شرمندہ گذرجاتا ہے۔

آرزو صد کار مشکل بازپیش دل نہاد
ورنہ برمن نا امیدی کار آسان کردہ بود

آرزو اور تمنّا نے دل کے لئے سیکڑوں مشکلیں پیدا کردی ہے۔ ورنہ نا امیدی نے کام بہت آسان کردیا تھا۔ کیونکہ کسی چیز سے مایوسی ساری مشکلیں ختم کردیتی ہے۔

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

غالب

بمصلحت گلۂ میکند ولی ورنہ
فدای تُست اگر صد ہزاران جان دارد

ولی تیغ ستم کا گلہ مصلحتاً کرتا ہے۔ ورنہ اگر اسکی سو ہزار جانیں ہوں تو بھی قربان کردے۔ ایسی صورت میں شکایت کا کیا مطلب ہے۔

بودش تسلیِ تو غرض ای دل خموش
این وعدہ اقتضایِ تقاضا نمیکند

اے دل خاموش ہوجا محبوب کے وعدہ کا مقصد صرف تسلی دینا تھا۔ اس قسم کے وعدے ایفا کے لئے نہیں کئے جاتے۔

بقدرِ طاقتِ خود ہر دلی غم دارد
دلِ منست کہ اندوہِ عالمی دارد

ہر دل اپنی طاقت کے مطابق غم رکھتا ہے۔ میرا دل ہے سارے جہاں کا درد رکھتا ہے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

امیر مینائی

گر خواہشی کند دلِ شیدا مُرا چہ جرم
شوقست و صد ہزار تمنّا مُرا چہ جُرم

اگر میرا دل کسی تمنا کا اظہار کرے تو کیا جرم ہے۔ دل میں شوق ہے اور صد ہزار تمنّا۔

بگزشت ز پیشِ من و غیرش بحکایت
پیچید کہ ہرگز نتواند بقفا دید

محبوب میرے سامنے سے گذر رہا تھا مگر رقیب نے اس کو اسطرح باتوں میں لگایا ہوا تھا۔ کہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

این شام ہجر بود ولی چون بسر رسید
خاکت بسر کہ روز شُدو زندہٗ ہنوز

ولی یہ ہجر کی شام تھی کس طرح بسر ہوگی تیرے سر پر خال!!! صبح ہوگئی اور تو ابھی تک زندہ ہے یعنی تجھے تو شبِ ہجر میں مرجانا چاہئے تھا۔

درسخن بود بغیری چو براہش دیدم
شُد خجل گفت کہ احوالِ تو می پرسیدم

میری نظر پڑی کہ محبوب سرِراہ رقیب سے باتوں میں مشغول ہےتو وہ مجھے دیکھ کر شرمندہ ہوگیا۔کہنے لگا تمہارا حال ہی پوچھ رہا تھا۔

بہر تُو شنیدہ ام سخنہا
شاید کہ توہم شنیدہ باشی

میں نے تمہارے بارہ کچھ باتیں سنی ہیں ۔شاید تیرے کانوں تک بھی یہ باتیں پہنچی ہوں گی۔

مرا بہ نیم نگہ میتوان تسلّی داشت
دریغ از تو کہ این شیوہ را نمیدانی

مجھ کو نیم نگاہ سے تسلی ہوسکتی تھی ۔مگر افسوس تو یہ طریقہ ہی نہیں جانتا۔

....

۲۷۳۔ ملّا واقف خلخال

یک صبحدم بصحن گلستان گزشتہ ی
شبنم ہنوز بر رخِ گُل آب می زند

تو ایک بار صبح کے وقت گلستان سے گذرا تھا اور شبنم اب تک پھولوں کے رخ پر پانی کے چھینٹے مار رہی ہے ۔یعنی وہ تجھے دیکھ کر کملا گئے تھے۔

ناصح مَلامَتم کُنَد و مَن دَرِیں خیال
کامروز بگُذرم بہ چہ تقریب سُوے اُو

(ناصح !تُو مجھے مَلامت کرتا رہا ہے اور مَیں اِس فکر میں ہُوں کہ آج اُس کُو چے کی طرف کس بہانے جاؤں؟)

فقد غالب کے یہاں اس خیال کو مزید وسعت مل پائی

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے
غالب

....

۲۷۴۔ میر طاہر وحید

دیدم آن چشمۂ ہستی کہ جہانش نامند
آنقدر آب کزو دست توان شُست نداشت

میں نے چشمۂ ہستی کو دیکھا اس میں اسقدر پانی نہیں کہ ہاتھ دھویا جاسکے یعنی اس سے معمولی کام بھی نہیں نکل سکتا۔

شوخی از رخ پردہ ی شرمِ تُرا وامیکند
لیک ہنگامی کہ عاشق را خبر از خویش نیست

تیری شوخی تیرے رخ کا پردہ ہٹاتی ہے مگر اس وقت جب کہ عاشق کو اپنی خبر نہیں رہتی۔ اس لئے وہ لطفِ دیدار سے محروم رہتا ہے۔

گشتم خجل ز دامن جانان وسعیِ خویش
تا چند شوق گیرد و ہمّت رہا کند

میں محبوب کے دامن اور اپنی کوشش دونوں سے شرمندہ ہوں کب تک شوق دامن پکڑتا رہے گا اور ہمت اس کو چھوڑتی رہے گی۔

بباغِ ہستی خود چون شگوفۂ بادام
چو باز شُد نظرم چشم از جہان بستم

باغ ہستی میں آنے بعد بادام کی کلی کی طرح جونہی آنکھ کھلی دنیا سے آنکھ بند کرلی۔

اس کے دو معانی ہیں

ایک یہ زندگی کا وقفہ آنکھ جھپکنے جتنا ہے یعنی بہت کم

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ دنیا کو دیکھتے ہی اپنی آنکھ بند کر لی یعنی اس پر دنیا کی حقیقت منکشف ہوگئی۔

شمس الرحمان فاروقی نے اس شعر کی توضیح تو لکھی ہے لیکن انہوں نے اس شعر کے ماخذات پر کوئی بات نہیں کی۔ میرے خیال میں میر نے ملا طاہر وحید کے خیال کا ہی استفہامیہ لہجے میں ترجمہ کر دیا ہے۔ بیشک زندگی کے سانحہ (tragedy) پر طاہر وحید کا شعر لاجواب ہے۔

کہا میں نے گل کا ہے کتنا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

میر تقی میر

ز سر تا پا ہمہ حسنی نداری غیر ازین عیبی
کہ ہر عضوِ تو نگذارد کہ عضوی دیگرت بینم

تو سراپا حسن ہے تیرا صرف ایک ہی عیب ہے کہ تیرا ایک عضو دوسرے کو دیکھنے کی فرصت نہیں دیتا۔ یعنی تیرا ہر عضو بہت ہی دلکش ہے۔

ز زخم تیغ نمیرم ولیک می ترسم
کہ زندہ مانم و گردی تو شرمسارم

مجھے ڈر ہے کہ میں اگر تیری تلوار کے ایک وار سے نہ مروں گا یعنی زخم کھا کے زندہ رہ جاؤں اور تجھ کو شرمندہ ہونا پڑے۔ اس لئے وار میں شدت لا۔

....

۲۷۵۔ نظیری مشہدی

شراب خانۂ ما تا بحشر اگر تو بکاوی
بجای ریزۂ خم توبہ شکستہ بر آید

اگر تو حشر تک بھی میرا میخانہ کھودتا رہے۔ تو ٹوٹے ہوئے خم کے ٹکڑوں کے بجائے ٹوٹی ہوئی توبہ برآمد ہوگی۔

....

۲۷۶۔ شیخ علی نقی کمرہی

وای بر جانِ خلائق اگر آرند بحشر
عوِض روز قیامت شبِ تنہایی را

اگر قیامت کے بدلے شب تنہائی کو لایا جائے مخلوق کی جان پر بن جائے گی یعنی شب ہجر قیامت سے بڑھ کر ہے۔

امروز مگر پرسشِ من کن بہ تکلف
کین خستہ اگر دیر زیَد شام بمیرد

بہ تکلف ہی سہی میرا حال پوچھ لے کہ یہ خستہ اگر بہت جیا تو شام تک مر جائے گا۔

عاشقانِ نامی بعجز و ناتوانی داشتند
کوہکن آخر بزور این قوم را بدنام کرد

عشاق تو اپنی ناتوانی سے جانے جاتے تھے کوہکن نے زور آمائی کر کے اس قوم کو بدنام کر دیا۔

بہ ہنگام وداعش می کنم نو عہدِ دیرین را
چو بیماری کہ وقتِ مرگ ایمان تازہ میساز

میں محبوب کو رخصت کرتے وقت محبت کے پرانے عہد کی تجدید کرتا ہوں جسطرح بیمار مرتے وقت ایمان کی تجدید کرتا ہے۔

علاجِ سرکشیِ او تغافل ست دریغ
کہ در طبیعتِ عشق این دوا ضرر دارد

محبوب کی سرکشی کا علاج یہ ہے کہ اسے فراموش کیا جائے مگر افسوس کہ عشق کے مزاج کے لئے یہ دوا مضر ہے۔

....

۲۷۷۔ نورایی نجیب

آنچنان غرّہ بحسنی کہ میانِ عرصات
بکشی خنجر و خونریزی و پروا نکنی

حسن پر اتنا بھی مغرور نہ ہو کہ آفاق میں بے خوف ہو کر خنجر چلائے جاتے ہو۔

جورِ فلک کشد دلم تا زغمت رہا شود
دانہ ز برق چون رہد طُمعہ آسیا شود

میرا دل فلک کے جور کہاں تک کھینچے دانہ جب بجلی سے چُھپ چھپا کر بچتا ہے تو چکی کا لقمہ بن جاتا ہے۔

....

۲۷۸۔ محمد طاہر نقاش

شکن طرف کلاہش بنظر ہا نقّاش
دامن خیمۂ لیلیٰ است کہ بالا زدست

اسکی ٹوپی کی شکن ایسے ہے جیسا کہ لیلیٰ کے خیمے کا دامن الٹا موڑ کر خیمہ پر ڈالا ہوا ہو۔

....

۲۷۹۔ نازکی

نی گُلا ب است اینکہ بر رخسارِ مہوش میزنی
تانسوزد عالمی آبی بر آتش می زنی

محبوب رخسار پر جو چھڑ کا رہا ہے وہ عرق گلاب نہیں بلکہ آگ پر پانی چھڑک رہا ہے کہ اس کی تپش سے دنیا نہ جل جائے۔

....

۲۸۰۔ قاضی نورا صفہانی

یک دیدنم تلافیِ صد سالِ فرقت ست
گر درغمِ فراقِ تو مرگم امان دہد

تیری ایک زیارت کی تلافی سو سالہ ہجرت ہے۔کاش تیرے غم فراق سے موت نجات دیتی۔

....

۲۸۱۔ مرزا حسن واہب

آتش افسردہ از کاروان ماندہ ام
ہمرہان رفتند و خاکسترنشینم کردہ اند

میں قافلہ کی بجھی ہوئی آگ ہوں جو قافلہ پیچھے چھوڑ گیا ہے ہمراہان چلے گئے اور مجھے خاکسترنشین کر دیا۔

....

۲۸۲۔ مرزا محمد رفیع واعظ

این قدر فیضی کہ من ز بی زبانی بردہ ام
ترسم آخر شکر خاموشی کند گویا مرا

مجھ کو بے زبانی سے اتنا فیض پہنچا ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس فیض کی شکر گزاری مجھے گویا نہ بنا دے۔

بہ زمین برد فرو خجلتِ محتاجانم
بے زری کرد بمن آنچہ بقارون زر کرد

مجھ کو محتاجی کی شرمندگی نے زمین میں گاڑ دیا بے زری نے میرے ساتھ وہی کیا جو فرعون کے ساتھ دولت نے کیا۔

دل کہ بی عشق شد از رحمتِ حق دور شود
مُردہ را موج زردیا بکنار اندازد

جس دل میں عشق نہیں ہوتا وہ رحمتِ حق سے دور رہتا ہے جسطرح جس بدن جان نہیں ہوتی دریا کی موجیں اسے کنارے پر پھینک دیتی ہیں۔

ہر کجا میروی ای شوخ ہمان درنظَری
چہ شبیہہ ست خرامِ تُو برفتارِ نگاہ

اے شوخ محبوب تو جہاں جاتا ہے میری نظر میں رہتا ہے تیرا خرام میری نگاہ کی رفتار سے ملتا جُلتا ہے۔

نامہ را تا واکنم جان رفتہ اس ست از اشتیاق
حرفی ای قاصد اگر بشنیدہ باشی نقل کن

جب تک محبوب کا خط کھلتا شدتِ اشتیاق سے جان ہی نہ نکل جائے اس لئے اے قاصد اگر تو نے کچھ زبانی سنا ہے وہی بیان کر دے۔

....

۲۸۳۔ محمد امین بیگ واصل

درحقیقت عینکی بہتر ز پشتِ چشم نیست
دیدہ چون بستی دو عالم را تماشا می کنی

آنکھ کے پپوٹوں سے بہتر کوئی عینک نہیں کہ جہان آنکھ بند کی دونوں عالم نظر آنے لگے۔

....

۲۸۴۔ نجف قلی بیگ والی

ہر بوسۂ او تشنۂ بوسۂ دگرم کرد
فریاد کہ این آب و نمک تشنہ ترم کرد

اس کے بوسہ نے مجھے دوسرے بوسہ کا پیاسہ کردیا فریاد کہ اس کھارے پانی نے میری تشنگی اور بڑھادی۔

....

۲۸۵۔ علی قلی خاں

باسایہ تُرا نمی پسندم
عشق است و ہزار بدگمانی

میں سایہ بھی تیرے ساتھ نہیں دیکھنا چاہتا عشق ہے اور ہزار بدگمانی۔

....

۲۸۶۔ ملاہراتی

آنکس کہ پانہاد بکوی تو سر نداشت
وانکس ہ سر نہاد بپای تو بر نداشت

جس نے تیرے کوچہ میں قدم رکھا اسے سر کو خیر آباد کہنا پڑا اور جس نے تیرے

پاؤں پر سر رکھا اٹھا نہ سکا۔

....

۲۸۷۔ ہلالی

یارِ ما   ہر گز نیازارد دلِ اغیار را
گل سرا سر آتش است امّا نسوزد خار را

اردو میں آتشِ گل کا تصور فارسی شاعری کا چربہ ہے:

روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتشِ گل سے چمن
حسرتؔ موہانی

ناصح زبان کشود کہ تسکین دہد مرا
نامِ تو برُد باعثِ صد اضطراب شد

ناصح نے مجھے تسلی دینے کے لئے منہ کیا کھولا کہ تیرا نام میرے لئے باعثِ صد اضطراب ہوا۔

بروزِ بیکسی جُز سایۂ من نیست یارِ من
ولی آن ہم ندارد طاقتِ شب ہای تارِ من

نظارہ کن در آینہ خود را حبیبِ من
امّا بشرطِ آنکہ نگردی رقیبِ من

میرے محبوب آئینہ میں اپنا حسن دیکھ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ میرا رقیب نہ ہونا یعنی خود پر عاشق نہ جانا۔

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے.
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

غالب

پیار اپنے پہ جو آتا ہے تو کیا کرتے ہیں
آئینہ دیکھ کے منہ چوم لیا کرتے ہیں

نامعلوم

....

۲۸۸۔ امیر ہمایوں

بدست آئینہ داد آنکہ دلستان مرا
یکی دوساخت بلای کہ بود جان مرا

جس نے میرے دل دکھانے والے محبوب کے ہاتھ میں آئینہ دیا اس نے اس میری بلائے جان کو دوگنا کیا۔یعنی آئینہ دیکھنے سے اس کا غرور وناز بڑھ جاتا ہے۔

یک دم کہ با تُو ام بسوی من نظر نظر مکن
سیرت ندیدہ ام ز خودم بیخبر مکن

پل بھر کے لئے جو میں تیرے پاس بیٹھا ہوں تُو میری طرف نظر مت اٹھا ابھی میں نے تجھے جی بھر کر نہیں دیکھا ہے اس لئے ابھی مجھے بے خبر مت کر۔یعنی تیری نظر ڈالنے سے میں excite ہو کر بے خبر ہو جاتا ہوں یا سدُ ھ بدھ کھو بیٹھتا ہوں۔

....

۲۸۹۔ ہلاکی ہمدانی

نگہ بجانبِ من ہرگز از حیا نہ کنی
حیا کنی زمن و شرم از خدا نہ کنی

تم شرم سے میری طرف نہیں دیکھتے مجھ سے تو شرم کرتے ہو لیکن خدا سے شرم نہیں کرتے۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

غالب

....

۲۹۰۔ ہوشی شیرازی

جز کوی تو دل را نبود منزلِ دیگر
گیرم کہ بود یارِ دگر کو دلِ دگر

تیری گلی کے علاوہ دوسرا ٹھکانہ نہیں۔ اگر دوسرا محبوب مل بھی جائے مگر اس سے لگانے کے لئے دوسرا دل کہاں سے آئے۔

....

۲۹۱ ۔ قاضی یحیٰ

جان باختن بعشق نہ آسان بود کہ من
صد بار مردہ ام کہ برای تو مردہ ام

تیرے عشق میں جان دینا آسان نہیں۔ میں سو بار مرا ہوں اور یہ کہ تیرے لئے مرا ہوں۔

....

۲۹۲۔ یاری شیرازی

یک چشم زدن غافل ازان ماہ نباشم
ترسم کہ نگاہی کند آگاہ نہ باشم

پلک جھپکنے کی دیر بھی اس محبوب سے غافل نہیں رہتا ہوں کہ مبادا کسی وقت توجہ

کرے اور مجھے خبر نہ ہو۔

....

۲۹۳۔ حاجی اسمعیل یحیٰ

پس از عمر یکہ بامن گفت از راہِ وفا حرفی
چنان گشتم ز خوشحالی کہ آنرا ہم نفہمیدم

عرصہ بعد جب محبوب نے مجھ سے بات کی تو میں خوشی سے اتنا بیخود ہو گیا کہ اس کو بھی نہ سمجھ سکا۔

....

۲۹۴۔ میر یحیٰ کاشی

ای کہ از دشواریِ راہِ فنا ترسی مترس
بسکہ آسان است این رہ میتوان خوابیدہ رفت

اے وہ شخص جو عدم کی راہ سے ڈرتا ہے وہ تو بہت آسان ہے ہم بس (اِدھر) سوئے اور (اُدھر) جا نکلے۔ یعنی بس آنکھ بند کرنے یا مرنے کی دیر ہے۔

میر تقی میر نے اس شعر کا من وعن ترجمہ کر کے اپنے نام موسوم کر لیا۔

رہِ مرگ سے کیوں ڈراتے ہیں لوگ
بہت اس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ

میر تقی میر

زدستِ عقل نچیدم گُلی بکام ز عشق
چو کودکی کہ بگلزار با ادیب رَوَدْ

میں عقل کے ہاتھوں عشق کا کوئی پھول نہ توڑ سکا اس طالبِ علم کی طرح جو استاد کے ساتھ سیرِ باغ کے لئے جاتا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل محوِ تماشائے لبِ بام ہے ابھی

اقبال

....

۲۹۵۔ محمد یوسف

پروانہ بے ملاحظہ در عشق کار ساخت
من حرفِ ہم نشین بعبث گوش کردہ ام

پروانہ سوچے سمجھے بغیر عشق میں کام کر گیا یعنی شمع پر نثار ہو گیا۔ میں بیکار ہمنشین (ناصح) کی باتوں کی طرف توجہ دیتا ہوں۔

....

۲۹۶۔ محمد اشرف یکتا

کی ترکِ سجدۂ تو بُتِ دلربا کنم
کاری کہ کافری نکند من چرا کنم

ای بُتِ دلربا میں تیرا سجدہ یا پرستش کیسے ترک کرتا جو کام کافر بھی نہیں کرتا وہ میں کیسے کرتا۔

اردو شاعری پر فارسی شاعری کے اثرات کا اجمالی و تقابلی مطالعہ

(بحوالۂ منتخب اشعار فارسی مع منظوم تراجم و دیگر)

اردو ادب کے مشاہیر نے فارسی ادب سے استفادہ کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فارسی کے زیر سایہ ہی ہندوستانی زبان ریختہ میں بدل گئی ہے۔ اردو برصغیر کی تاریخ کا حصہ ہے اور مختلف اقوام کے ثقافتی لین دین کا بین ثبوت ہے۔ تاریخ کبھی مٹ نہیں لہٰذا اردو کے وجود کو کوئی خطرہ نہیں۔ اردو کے بڑے شعرا اور ادبا فارسی ادب سے غیر معمولی آشنائی رکھتے تھے۔ اردو زبان میں شیرینی اور چاشنی فارسی سے ہی آئی۔ اردو کے متقدمین شعرا فارسی اشعار کے تراجم کو فخر سمجھتے تھے مثلاً میر، غالب اور دیگر شعرا نے فارسی سے مستعار خیالات لئے ہیں۔ مندرجہ ذیل مثالوں سے عیاں ہے کہ کوئی کوئی اردو شعر تو ہوبہو فارسی شعر کا چربہ یا ترجمہ ہوا ہے۔ اساتذہ کی دیکھا دیکھی میں نے بھی بہت سے اشعار کا آزاد منظوم ترجمہ کیا ہے:

پا درحریمِ محفلِ دلہا شمردہ اند
آہستہ باش تا نہ زنی شیشہا بہم

علی عظیم

خیالِ خاطرِ احباب چاہئے ہے ضرور
انیس ٹھیس لگ نہ جائے آبگینوں کو

انیس

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

میر تقی میر

درین بہار علاجِ جنونِ من نکُنید
کہ وقتِ سرِ گلستان نہ وقتِ زنجیر است

مرزا قُمی شرقی

کچھ موج ہوا پیچاں اے میرؔ نظر آئی
شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی

میر تقی میر

ای کہ از دشواریِ راہِ فنا ترسی مترس
بسکہ آسان است این رہ میتوان خوابیدہ رفت

حاجی اسمٰعیل یحیٰ

رہِ مرگ سے کیوں ڈراتے ہیں لوگ
بہت اُس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ

میر تقی میر

چون بد و نیک من سوختۃ ی خرمن پرسند
آہ گر اُنچہ بدل کردہ ام از من پُرسند
مرزا ولی دشت بیاض

نا کردہ گناہوں کی بھی حسرت کی داد ملے
یارب اگر نا کردہ گناہوں کی سزا ہے
غالب

می شوم گستاخ ہر گہ مہربانی می کند
اُو بہ من کم لطفی از بسیار دانی می کند
میر عبدالحسین اصفہانی

بے اعتدالیوں سے سبک سب میں ہم ہوئے
جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہو گئے
غالب

ہزار سال پس از مرگ میتوانم زیست
اگر برون نکشند از دلم خدنگِ ترا
وحشی خوش حالی

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
غالب

من اشکِ بیدلان را خندۂ می پنداشتم روزی
کنون بر می دہد تخمی کہ من می کاشتم روزی

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا
غالب

از پیِ او روان شدم دست زدم بدامنش
کرد تبسّمی بمن رُو بقفا کہ این چنین
میں نے کہا کہ بزم ناز چاہئے غیر سے تہی
ہنس کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں
غالب

اگر تُو دامن خود را بدستِ ما ندہی
زدستِ ما نگرفت است کس گریبان را
صائب

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہُوا اگر اس نے شدّت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریباں پر

چو طفل مریضم بمہدِ زمانہ
بہرِ عضوِ دردی و گفتن ندانم
میر حیدر خصالی

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کاہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا
فانی

بیند چو کسی روی تو گیرم سرِ راہش
تاذوقِ تمشائے تو دُزدم ز نگا ہش
قاضی نور

ان کے جلوے کا تو کیا کہنا مگر
دیکھنے والے کو تماشا چاہیے
ذوق دہلوی

زکویش می گذشتم خار در پایم شکست آنجا
بحمدُ اللہ کہ تقریبی شُد از بہر نشت آنجا
مشفقی بخاری

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہر ِ ملاقات چاہیے
غالب

غافل مشو کہ عمرِ تو بر باد می رَوَد
بر رخشِ عمر ہر نفسی تازیانہ ای است
مفرد ہمدانی

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں
غالب

نگہ بجانبِ من ہر گز از حیا نکنی
حیا کُنی زمن و شرم از خدا نہ کُنی

ہلا کی ہمدانی

ندانم آنکہ بدرگاہِ کعبہ رُو آورد
بعذر خواہی آن خاکِ آستاں چہ کند

ملا جمال سپہری

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

غالب

چون بد و نیکِ من سوختہ خرمن پُرسند
آہ اگر انچہ بہ دل کردہ ام از من پُرسند

مرزا ولی دشت بیاض

نا کردہ گناہوں کی بھی حسرت کی داد ملے
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

غالب

اگر تو دامن خود را بدستِ ما ندہی
ز دستِ ما نگرفت است کس گریبان را

مرزا صائب

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہُوا اگر اُس نے شدّت کی
ہمارا زور بھی آخر تو چلتا ہے گریباں پر

غالب

چشمم ز بہر خویش دمِ نزع تر شود
ترسم کہ من بمیرم و غم دربدر شوَد
عرفی

آئے ہے بے کسیٔ عشق پہ رونا غالب
کس کے سر جائے گا سیلابِ بلا میرے بعد
غالب

بخاطر نگذارم آرزوی وصل می ترسم
ز بہرِ کینہ ام کاری بدستِ روز گار اُفتد
مقیمائی خوجی نیشاپوری

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالبؔ دشمن آسماں اپنا
غالب